22/46

ہفت روزہ
ترجمانِ اسلام
لاہور

بیادگار
مولانا مفتی محمودؒ

عظیم قائد کا عظیم سفر

مولانا مفتی محمودؒ ایک باصول شخصیت

نومنتخب امریکی صدر کے عزائم؟ (اداریہ)

۱۴ نومبر تا ۲۰ نومبر ۸۰ء | شمارہ نمبر ۴۶ | قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

بزرگی ہے دنیا میں تیری مسلّم — ہے تجھ پر درود و سلام دو عالم
جہاں میں اجالا ہے تیرے ہی دم سے — تو شمعِ ہدایت ہے نورِ مجسّم
نہ ہوتا اگر تو تو دنیا نہ ہوتی — تو ہے وجہِ تزئینِ بزمِ دو عالم
کھڑے ہیں صفیں باندھے سارے پیمبر — امامت کو آئے ہیں فخرِ دو عالم

شفیق ایک بے لاؤ لشکر کے آگے
ہوئے سرنگوں بادشاہوں کے پرچم

وہ قبل ہو کہ ہو دورِ نبوّت — آئینہ شفّاف ہے کردارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پہنچی ہے وہاں شل ہیں فرشتوں کے جہاں پر — اللہ رے یہ قسمتِ پیزارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کونین کی دولت سے سوا ہے مجھے حاصل
ہے دل میں مرے حبِّ طرحدارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شفیق دہلوی

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور

جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۴۷

جمعۃ المبارک ۵ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ ۶۵ روپے
ششماہی ۳۳ روپے
سہ ماہی ۱۷ روپے

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

خط و کتابت: ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

نو منتخب امریکی صدر کے عزائم؟

۴ اور ۵ نومبر ۱۹۸۰ء کی درمیانی شب کو ہونے والے صدارتی انتخابات میں ۲۶ برس میں پہلی مرتبہ ری پبلکن پارٹی کے امیدوار مسٹر رونالڈ ریگن صدر منتخب ہو گئے۔

موصوف کے متعلق انتخابی مہم کے دوران جس قسم کی باتیں منظرِ عام پر آتی رہی ہیں، ان کی روشنی میں ہمیں یہ لکھنے میں کسی قسم کا کوئی باک نہیں ہے کہ موصوف خالصتاً اسرائیلی ذہنیت کے حامل ہیں۔

شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مسٹر ریگن کی انتخابی مہم میں یہودی سرمایہ داروں نے جس زور شور سے حصہ لیا ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ صدر کارٹر کی پالیسی کو یکسر تبدیل کر دیں۔

مسٹر ریگن خود (یہودی تنظیموں اور حکومتی عہدیداروں کی شہ پر) یہ کہتے رہے ہیں کہ وہ صدارتی انتخاب میں کامیابی کے بعد بیت المقدس کو اسرائیل کا مستقل دارالخلافہ تسلیم کر لیں گے، نیز یہ کہ چینی متنازعہ آبادی تائیوان کی علیحدہ ملک کی سابقہ حیثیت کو دوبارہ تسلیم کریں گے۔

ریگن کی کامیابی کو پورے عالم میں مجموعی طور پر اچھے لفظوں میں نہیں سراہا گیا ہے، خصوصاً کمیونسٹ حلقوں میں ان کی کامیابی کے بارے میں منفی ردعمل ہوا ہے۔ چین اور سوویت رشیا نے اس بارے میں خاص بیان جاری نہیں کیا؛ اور نہ عرب ممالک نے ہی اس سلسلے میں کسی قسم کے ردعمل کا اظہار کیا ہے؛ تاہم عام تاثر یہ ہے کہ چونکہ مسٹر ریگن اسرائیل نواز ہیں اس لئے ایران عراق جنگ میں شدت آ جائے گی اور ہمارا خیال ہے کہ ان کی کامیابی سے خلیج عرب اور افغانستان میں امریکی مداخلت کے امکانات قوی ہو جائیں گے۔

مسٹر رونالڈ ریگن کی زندگی جس ماحول میں گزری ہے وہ ماحول اور سیاست کا میدان گو کہ بالکل علیحدہ ہیں مگر اب جبکہ ریگن صدارت کے عہدہ کا حلف اٹھانے والے ہیں۔ ان کی سیاسی پالیسی پر "فلمی انداز" قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتا ہے۔

جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے اسرائیلی حلقوں نے ان کے انتخاب کو

جس طریقے سے سراہا ہے اور خوشی کا اظہار کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر ریگن امریکہ اسرائیل تعلقات کو "ایک نئے موڑ" پر لے آئیں گے جن کی کہ پہلے ہی سے توقع تھی بلکہ اسرائیل کی خواہش تھی یعنی عربوں سے امریکہ کی کھلم کھلا دشمنی اور اسرائیل کا دست راست! گو کہ اسرائیلی ریاست کا قیام مغربی دنیا کا مرہون منت ہے اور اب تک مغربی دنیا خصوصاً امریکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسرائیل کی "پروردگاری" کے فرائض انجام دیتے آئے ہیں۔ مگر اس طرح اور اس انداز میں کسی بھی امریکی صدر نے اپنی پالیسی کا رُخ بالکل ہی اسرائیل کی طرف نہیں موڑا تھا جس طریق سے مسٹر رونالڈ ریگن چاہتے ہیں۔ موصوف اس پالیسی سے امریکہ کو دنیا کی اسی فیصد آبادی سے علیحدہ کر دیں گے۔

اور امریکہ کو دنیا کے چوالیس اسلامی ممالک کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مسٹر ریگن کے نظریات مسلمانوں کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نئے صدر امریکہ کے ان نظریات کے انکشاف کے بعد بھی اسلامی ممالک نے امریکہ کے سامنے کاسہ لیسی اور اس کی چاپلوسی ترک نہ کی اور ملت اسلامیہ کے استحکام کے لئے باہم اتفاق کو فروغ نہ دیا تو وہ دن دور نہیں جب مسلمانوں کو اظہار خیال تک کے لئے امریکہ سے اجازت لینا پڑے گی۔

دوسری جانب مسٹر ریگن کی کامیابی سے امریکہ کی خلیج عرب اور افغانستان میں مداخلت کے امکان بڑھ گئے ہیں۔ خلیج عرب میں تو اس نے مداخلت کے لئے تیاریاں مکمل کرلی ہیں اور افغانستان میں اس کی مشنریاں اس سلسلے میں امریکہ کے لئے راہ ہموار کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ کمیونسٹ حلقے بھی کوشاں ہیں کہ امریکہ کسی نہ کسی طرح افغانستان میں مداخلت کرے تاکہ اسے پاکستان اور ایران میں باقاعدہ کھلم کھلا مداخلت کا بہانہ ہاتھ آجائے

کمیونسٹ حلقوں نے اپنے اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دنیا بھر میں یہ پروپیگنڈہ کر رکھا ہے کہ امریکہ، پاکستان افغانستان میں "شرپسندوں" کی مالی اور اسلحی امداد کر رہے ہیں حالانکہ کمیونسٹ اس دعوے کے ثبوت میں ذرہ برابر بھی ثبوت نہیں دے سکے ہیں تاہم وہ امریکی مداخلت کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔

افغانستان میں امریکی مداخلت جہاں پاکستان ایران کے لئے سم قاتل ہے وہاں ہندوستان کے لئے بھی خطرہ ہے۔

اس موقع پر ممالک اسلامیہ کے علاوہ دیگر ممالک (جو غیر جانبدار تحریک کے ممبر ہیں) بھی معاشی اور سیاسی طور پر امریکہ کو مجبور کردیں وہ ایران عراق تنازعہ اور افغانستان میں مداخلت سے باز رہے۔ بصورت دیگر اسلامی ممالک کو امریکہ کے عتاب اور اسرائیل کے توسیع پسندانہ عزائم کے مقابلہ کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔

عالمی بنک کے مقاصد؟

"تازہ ترین خبر کے مطابق" عالمی بنک پاکستانی روپے کی قیمت میں کمی کے لئے مجبور نہیں کرے گا۔" یہ بات عالمی بنک کے سات رکنی وفد نے بتائی۔

ایوان صنعت و تجارت کے ارکان نے عالمی بنک کے اقتصادی وفد کے ارکان سے کہا کہ وہ پاکستانی روپیہ کی قیمت میں کمی پر کیوں اصرار کر رہے ہیں۔ ایوان صنعت و تجارت کے ارکان کی یہ شکایت بجا ہے۔ اس سے قبل بھی عالمی بنک پاکستان سے اس قسم کے مطالبات کرتا رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دیگر شرائط بھی عائد کیں کہ جب تک یہ مطالبات پورے نہیں ہوں گے عالمی بنک پاکستان کے اقتصادی ترقیاتی منصوبوں کے لئے نہ صرف قرضہ فراہم نہیں کرے گا بلکہ پرانے قرضوں کی ادائیگی میں سہولت بھی نہیں دے گا۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ عالمی بنک جس مقصد کے تحت معرض وجود میں لایا گیا تھا وہ بطریق احسن پورا نہیں کر رہا ہے۔ اس بنک کا مقصد اعلیٰ تو یہ ہے کہ ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کی اقتصادی ترقی میں مالی امداد فراہم کرے گا۔ مگر افسوس ایسا نہیں ہوا بلکہ یہ بنک سامراجی ممالک (باقی ص ۱۴)

اسلامی نظام

اور

نظام ہائے باطلہ

دورِ حاضر میں مسلم دنیا اسلام کے ابدی نظامِ حیات کو چھوڑ کر سوشلزم و کمیونزم اور دوسرے نظام ہائے باطلہ کی طرف گامزن ہے۔ صرف اس لئے کہ مسلمان اسلام کی حقانیت سے ناآشنا ہیں اور اس ناآشنائی کا نتیجہ ہے کہ وہ دینِ حق کو عبادات اور چند رسومات تک محدود کر کے نظام ہائے باطلہ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ انہیں یہ کہاں معلوم کہ اسلام فرد کے ابتدائی معاشرے (یعنی خاندان) سے لے کر بین الاقوامی معاشرے کی تشکیل تک کے ہر پہلو سے مکمل ضابطۂ حیات کی صورت میں انسانیت کی رہنمائی کر سکتا ہے جبکہ نظام ہائے باطلہ انسان کو ایک معاشی حیوان سمجھ کر اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام نے فرد کو ایک اقتصادی حیوان تصور کر کے معاشی میدان میں ایسے شترِ بے مہار کی طرح چھوڑ دیا ہے کہ انسان میں منطقی طور پر درندوں کی خصلت آگئی۔ جہاں قانون یہ ہو کہ معاشی میدان میں سبقت لینے کی دوڑ میں طاقتور کمزور کا خون چوسے اور اجتماعی مفاد پر انفرادی مفاد کو ترجیح دے وہاں کامیاب معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا۔ دوسری طرف سوشلزم نے بھی انسان کو حیوانی خصائص کا مجسمہ قرار دے کر اجتماعی زندگی میں اس پر بالکل بھروسہ ختم کر دیا اور یہ طرز فکر دی کہ اگر انسان کو معاشی میدان میں اس طرح آزاد چھوڑا جائے تو امیر غریب کا ہمیشہ استحصال کرتا رہے گا۔

اس جگہ تو اسلام اور سوشلزم کا ایک نکتہ نظر ہے، لیکن اسلام انسان کے انفرادی مفاد کا حق بھی تسلیم کرتا ہے۔ سوشلزم نے انفرادی مفاد پر ضرب کاری لگا کر صرف اجتماعی مفاد کو ہی ترجیح دی اور فرد کی معاشی آزادی کو ختم کر کے اسے جماعت کا غلام بنایا۔ چونکہ سوشلزم میں اجتماعی مفاد کی حفاظت ایک حکمران ٹولہ کرتا ہے وہ ٹولہ اجتماعی مفاد کے لئے جو بھی قانون اور اصول وضع کرتا ہے فرد کو اسے مجبوراً ماننا پڑتا ہے اور وہ اپنی رائے کا مالک نہیں رہتا۔ اس طرح حکومت مطلق العنان بن کر فرد سے جبراً مشقت لے کر اس کے مطابق اس کو معاوضہ دیتی ہے یعنی اشتراکیت کے تحت سارے کا سارا ملک ایک سرمایہ دار (حکومت) کے ماتحت ہوتا ہے اور اس کے خلاف کہیں بھی داد فریاد نہیں۔

اسلام انسان کو آزاد معاشی دوڑ ایسا بے لگام بھی نہیں ہونے دیتا جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام ہے بلکہ اسلام نے حلال و حرام، جائز اور ناجائز کا ایک ایسا معیار مقرر کیا ہے جس سے مساویہ نظامِ زندگی قائم ہے۔ وہ سوشلزم کی طرح انسان کی فطری آزادی (انفرادی حق) کو سلب نہیں کرتا۔ اسلام میں فرد کے ذریعہ معاش کا دائرہ اختیار اس مقام پر جواب دے دیتا ہے جہاں سے دوسروں کے حقوق غصب کرنے کا خدشہ ہو یا جس سے اجتماعی مفاد کو خطرہ لاحق ہو۔ اس طرح انفرادی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اجتماعی تقاضوں کو بھی احسن طریقے سے پورا کرتا ہے۔ نہ تو انفرادی تقاضوں

کو اجتماع کی بھینٹ چڑھاتا ہے اور نہ فرد کو اقتصادی میدان میں ایسا آزاد چھوڑتا ہے کہ وہ اجتماعی تقاضوں کو پس پشت ڈال دے۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے اور کبھی بھی دامنِ اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اس کے علاوہ آمدنی کے ایسے ذرائع جن سے دولت کی تقسیم کا صحیح نظام قائم نہ ہو یا وہ ذرائع آمدنی جن سے عوام کا استحصال ہوتا ہے اسلام نے ممنوع قرار دیئے ہیں مثلاً جوا، سٹہ، عیاشی کے اڈے اور سود کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے بلکہ سود کے لین دین کو اسلام نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ آجکل تو دنیا کی معیشت سود کی بنیاد پر قائم ہے اور سود کو باہمی تعاون کا ایک حصہ قرار دیا جارہا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سود کی لعنت ملک کے اندر عوام کے درمیان رائج ہو تو عوام کی اکثریت چند اشخاص یا اداروں کے قرضوں کے تلے دب جاتے ہیں۔ اور اگر بین الاقوامی سطح پر ریاستوں کے درمیان سود کا نظام قائم ہو تو بین الاقوامی معیشت پر بڑی طاقتوں کا راج قائم ہوتا ہے اور اس طرح غریب ممالک بڑی طاقتوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔

دراصل اسلام نے تمام طبقوں کے لئے جو حقوق مقرر کئے ہیں۔ ان حقوق کے ذریعہ اسلام نے ان طبقوں کے درمیان ایک ربط پیدا کر دیا ہے۔ یہ ربط اخوت اور بھائی چارے پر مبنی ہے نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کی طرح اسلام نے معاشرے میں افراد کے ربط پر کاری ضرب لگائی ہے اور نہ سوشلزم کی طرح انسان کو آزاد معاشی سے روکا ہے۔

میں حیران ہوں کہ آخر کیوں مسلمان کمیونزم اور سرمایہ دارانہ نظام کے پرستار بنے ہوئے ہیں۔ کیا تجربے نے ثابت نہیں کر دیا کہ یورپ اور امریکہ آج جس معاشی بحران سے دوچار ہیں۔ اس کی وجہ صرف وہ بے قید معیشت ہے جو تقسیم دولت میں بڑی رکاوٹ ہے۔ دوسری طرف سوشلسٹ ممالک کے عوام فطری آزادی کے لیے ترس رہے ہیں۔ انسان ایک معاشی حیوان ہے جیسا کہ ڈاروِن (DARWAN) کہتا ہے حالانکہ یہی نظریۂ ارتقا سوشلزم اور سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہے، لیکن اسلام کے نزدیک انسان کا وجود حیوانی زندگی کے ارتقاء کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ انسان فطرتاً نیک ہے، لیکن معاشرہ میں آکر اس کی بود وباش اختیار کرلیتا ہے۔ اگر معاشرہ نیک بنیادوں پر قائم ہو تو انسان دوسروں کے لئے لطف و کرم کا باعث ہوگا اور اگر معاشرہ پراگندہ ہو اور اس میں پہلے سے حیوانی خصائص موجود ہوں تو انسان دوسروں کے لئے باعث ایذا رسانی بنے گا۔ اسلام نے نیک معاشرہ قائم کرنے کے لئے اصول وقوانین بھی وضع کئے ہیں۔ ان اصول وقوانین کی روشنی میں ایک بُرے معاشرہ کو نیک معاشرے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس میں سب سے پہلے خشیت الٰہی اور دوسرے نمبر پر فکر آخرت ہے۔ ان دو حقیقتوں کے حامل انسان (مؤمن) انفرادی طور پر ایک ذمہ داری محسوس کرتے ہیں اور کبھی بھی معاشرے کے لئے ایذا رساں نہیں بن سکتے۔ اس کی نظیر اسلام سے قبل دور جاہلیت اور اس کے بعد دورِ رسالت وخلفائے راشدین میں دیکھی جاسکتی ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوشلزم میں آخر کیا کشش ہے جس کا دائرہ اثر بڑھتا جارہا ہے، تو عرض یہ ہے کہ دنیا پر عرصۂ دراز سے سرمایہ دارانہ نظام مسلط چلا آرہا ہے جس نے اقوام عالم کا کچومر نکال دیا ہے۔ ایک طرف سرمایہ دار مزدور کا خون چوس رہا ہے۔ دوسری طرف جاگیردار مزارع کا استحصال کر رہا ہے۔ ان حالات نے غربت زدہ طبقہ کو جس کی دنیا میں ہمیشہ اکثریت رہی ہے، مجبور کر دیا ہے اور ببانگ دہل کہنے لگا کہ ہم جو ان وڈیروں کی زبردست غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں کیوں نہ ان کو کمیونزم کے انقلاب سے غلام بنالیں۔ یعنی سرمایہ دارانہ نظام ہی دراصل کمیونزم کے لئے راستہ ہموار کر رہا ہے اور جب تک اسلامی دنیا میں غیر شرعی سرمایہ داری کے رجحانات کو ختم نہ کیا جائے اور اس نظام کی جڑیں جو کہ ہمارے معاشرے کی بنیادوں میں پیوست ہو چکی ہیں اکھاڑ کر نہ پھینکی جائیں اس وقت تک کمیونزم کے سیلاب کے سامنے تمام تر منصوبے اور تدبیریں خس وخاشاک ثابت ہوں گے۔ اس لئے اب اسلامی دنیا کے لئے ضرورت اس بات کی رہ گئی ہے کہ اس بین الاقوامی رائے عامہ میں جس کی بدولت دنیا میں یک رنگی پیدا ہو رہی ہے اسلامی نظام کا مکمل ڈھانچہ ایک اسلامی ملک میں نافذ کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے، جس زمانے میں اسلامی نظام مکمل صورت میں نافذ تھا یعنی خلفائے راشدین کے دور میں تو تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کی حقانیت کو دیکھ کر جتنے لوگ مسلمان ہوئے طاقت اور تلوار کے زور سے نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جبکہ سرزمین عرب میں مکمل طور پر اسلام کا اقتصادی وسیاسی ڈھانچہ موجود تھا تقریباً ایک چوتھائی دنیا اسلام کی حلقہ بگوش ہو چکی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے تعصب کے پردے اٹھا کر حقائق کا مطالعہ کیا جائے تو انکشاف ہوگا کہ ایک

ملک کے آزاد اور با شعور عوام کو ایک حملہ سے مفتوح نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ اسوقت ایک خاص طبقہ نے مطلق العنان بن کر عوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ امراء جاگیردار جن کو حکومت کی طرف سے بڑی مراعات حاصل ہوتی تھیں، وہ طبقہ خونخوار بھیڑیا بن کر عوام کا خون چوس رہا تھا۔ جاگیردارانہ نظام کی شمشیریں ان کے سروں پر ہر وقت لٹک رہی تھیں۔ ان وجوہات کی بناء پر انسانی ذہن مجبور تھا کہ ملک میں اخوت اور بھائی چارے والا ایک ایسا نظام برپا کیا جائے جس سے مساویانہ نظام زندگی قائم ہو۔ اس لئے جہاں بھی اسلام کے پیغام حق و صداقت کی ہوائیں چلیں اسلامی معاشرے کی بہاریں آئیں۔ مساویانہ زندگی کے برگ و بار پھوٹے اور معاشرہ میں اونچ نیچ کی تمیز ختم ہو گئی، لیکن جب مسلمانوں پر ایک طرف مادیت پرستی غالب آگئی اور سرمایہ داری کے وسیع رجحانات نے انہیں اخلاقی اصول و ضوابط سے آزاد کر دیا تو دوسری طرف اسلامی امراء نے ریاستی ڈھانچے کو جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد پر استوار کیا اور مسلمان اسلام کی حقانیت کو بھول کر اغیار کے طریقوں کے پیچھے چل پڑے تو مسلمانوں کے زوال کے نکتہ کا آغاز ہوا اور مسلمان مغربی سامراج کے زیر تسلط آگئے۔ اس برصغیر پر انگریزوں نے ایک صدی حکومت کی اور زندگی کے ہر شعبے میں اپنا نظام زندگی رائج کیا اور سرمایہ دارانہ نظام کو اس ملک پر مسلط کر دیا۔ اگرچہ انگریزوں کے عروج سے قبل مغلیہ دور میں بھی جاگیردارانہ نظام کے تحت حکومت کا ڈھانچہ استوار تھا، مگر انگریزوں نے اس میں اور بھی بے اعتدالیاں پیدا کر کے معاشرہ کو مزید غیر شرعی سرمایہ دارانہ راستہ پر ڈال دیا۔ آخرکار مسلمانوں کی متحدہ جدوجہد سے برصغیر میں ایک اسلامی ملک معرض وجود میں آیا اور اس ملک کا اساس اسلامی نظام زندگی کو قرار دیا گیا، لیکن افسوس کہ تینتیس سال کا طویل عرصہ گزر گیا مگر اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی بجائے سرمایہ دارانہ نظام کی آبیاری کی گئی ہے۔

اب جبکہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، ہم عرض کریں گے کہ صحیح اسلامی معاشی ڈھانچہ اسوقت تک استوار نہیں ہو سکتا جب تک مندرجہ ذیل تجاویز بروئے کار نہ لائی جائیں:

۱۔ سود کی بنیاد پر قائم معیشت کو ختم کر کے سود سے پاک معیشت کو عمل میں لانا جس سے طبقاتی تضاد کم سے کم تر ہوتا چلا جائے گا اور معاشرے میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی۔

تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کی حقانیت کو دیکھ کر جتنے لوگ مسلمان ہوئے وہ طاقت اور تلوار کے زور سے نہیں

۲۔ زمین کی تقسیم کو اسلامی اصولوں کے تحت عمل میں لانا

انگریز اپنے مفادات کے تحت اپنے ہم نواؤں کو خوش کرنے کے لئے لاکھوں ایکڑ اراضی بطور عطیہ دے کر نوازتا رہا اور معاشرے میں طبقاتی کشمکش کو ہوا دے کر اپنے مخصوص مقاصد حاصل کرتا رہا۔ اس کے برعکس اسلامی نظام حکومت اپنے تمام شہریوں کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم کرتا ہے اور بیجا نوازشات سے حاکموں کو منع کرتا ہے۔

۳۔ مستحقین کے حقوق کا تحفظ کرنا

اسلامی قانون کی رو سے حاکم وقت اور صاحب نصاب لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے معاشرے میں بسنے والے نادار معذور لوگوں کی ضروریات زندگی کا پورا پورا خیال رکھیں اور ان کی مالی اعانت کرنا احسان نہیں بلکہ دینی ذریعہ سمجھیں۔

۴۔ معاشرے میں سرمایہ داری کے غیر شرعی رجحانات کو ختم کرنا؛

اسلامی نظام حکومت اپنے شہریوں کے لئے حلال و جائز کمائی کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اس نظام کے تحت کوئی بھی شہری ناجائز طریقے سے دولت نہیں کما سکتا، یا ایسا کوئی کاروبار کرنے کا مجاز نہیں جو دینی اعتبار سے غیر شرعی ہو اور معاشی میدان میں آزادانہ مسابقت کے اصول کو روا نہیں رکھتا جو سرمایہ دارانہ

عبداللہ خادم

حج ایک بے مثال درسِ اتحاد

اسلام ایک عالمگیر نظامِ حیات پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ارکانِ اسلام میں سے جس رکن کا بھی غور و خوض سے مطالعہ کریں گے تو صاف معلوم ہوگا کہ دینی و دنیوی معاملات میں اسلام نے زیادہ تر اتحاد، یگانگت، یک جہتی پر زور دیا ہے۔ غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام نے اتحاد کا درس دیا ہے۔ آج کی دنیا اس مقصد کے لئے شب و روز تڑپ رہی ہے کہ مصنوعی حدبندیاں اور رنگ و نسل، قوم و وطن کی تفریقات ختم کر کے انسان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا جائے۔ انسانیت اس بات کی متمنی ہے کہ کس طرح مصنوعی تفریقوں کی مسلسل خونریزی سے جان چھوٹ جائے۔ غرضیکہ انسانیت کا مرتبہ بلند کرنیوالا مطلوبہ پلیٹ فارم اسلام اور کعبہ اسلام کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ اس مرکز کے سوا جہاں بھی جائیں گے کسی نہ کسی قسم کی حدبندی اور تفریق ضرور سامنے آئے گی۔

عشقِ الٰہی کی آخری منزل حج ہے اور اس میں بھرپور اتحاد کا درس دیا گیا ہے کہ اس عالمی اجتماع کو دیکھ کر جہاں کفار کو تکلیف ہوگی وہاں مسلمانوں کو بھی ہدایت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا صرف اسی بات میں ہے کہ تمام مسلمان آپس میں متحد رہیں۔

حج میں تین چیزیں ہوتی ہیں:

۱۔ وقوفِ عرفات

۲۔ طوافِ بیت اللہ۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینا۔

۳۔ قربانی کرنا یعنی منیٰ میں بکری، دنبہ، گائے، بھینس وغیرہ ذبح کرنا۔

خالقِ حقیقی کی ذرہ نوازی نہیں تو اور کیا ہے۔ ورنہ وہ بے پرواہ ذات ہے۔ اسے کیا پرواہ کہ کوئی سفر کرتا پھرے یا اس کے راستہ میں مرتا پھرے۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے تو جانے میں جلدی کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حج کرے اور خلافِ تہذیب قول و فعل نہ کرے جب واپس لوٹے گا تو وہ اس طرح بن جائے گا جس طرح کہ آج اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔

شیرِ خدا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس سفرِ حج کا ضروری سامان ہو اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ اور یہ اس لئے کہ ارشادِ ربانی ہے کہ اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔

حج سے انسان کو بہت سے اسباق حاصل ہوتے ہیں مثلاً حج تربیتِ اخلاق کا بھی مرکز ہے۔ اس اجتماع میں جنسی میلان، بدکاری، جھگڑا قطعاً ممنوع ہے اور سراسر خیر ہے اور تمہارے ہر کارِ خیر کا اللہ کو علم ہے۔

حج کا بہترین توشہ تقویٰ ہے اسی لئے اللہ کا حکم ہے کہ اے اہلِ تقویٰ میرا تقویٰ اختیار کرو۔ ہر برائی سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔

حج میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات تمام دینی و دنیوی امور پر حاوی ہیں۔ چنانچہ ایک خطبہ کے بعض اقتباسات ملاحظہ فرمایئے۔

"سنو دورِ جاہلیت کی تمام باتیں آج میرے قدموں کے نیچے روندی جا چکی ہیں۔ جاہلیت کا سودی کاروبار آج سے ختم ہے۔ عورتوں کے بارے میں خوفِ خدا کو پیشِ نظر رکھو۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان سے وابستہ رہو گے تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیزیں اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔ آپؐ نے وحدتِ انسانی پر فیصلہ کن احکام نازل فرمائے۔ کسی عربی کو عجمی پر کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی برتری نہیں ہے۔ صرف پرہیزگاری ہی باعثِ فضیلت ہے۔"

حج کے دوران اللہ کے رسول کے سامنے بعض جزئی اختلافات پیش کئے گئے تو آپ علیہ السلام نے سنت اور رواداری

حسنِ اخلاق دلوں کو مسخر کر لیتا ہے

مومن کا ہر عمل اُس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے

انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کے اعمال ہیں۔ اعمال پر اس کی بلندی و پستی اس کی ترقی و تنزل اور اس کی مقبولیت و نامقبولیت کا دارومدار ہے۔ اعمال ہی انسان کو بامِ عروج پر لے جاتے ہیں اور اعمال ہی اس کو ذلت و تباہی کے گڑھے میں پہنچا دیتے ہیں۔ اسی طرح اجتماعی زندگی کا حال ہے۔ اگر کسی قوم کے افراد کی اکثریت حسنِ عمل کی سرمایہ دار ہوگی تو وہ قوم ترقی و عروج کی بلندیوں کو چھوئے گی اور جس قوم کے افراد حسنِ عمل سے محروم ہوں گے وہ قوم ترقی کی بجائے تنزل کی طرف جائے گی۔ یہ وہ بات ہے جس کو علومِ عمرانی کے ماہر بھی تسلیم کرتے ہیں اور جس کی گواہی میں تاریخ کے اوراق بھی صف باندھے کھڑے ہیں۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین ضابطۂ حیات عطا فرمایا ہے جس سے زیادہ جامع اور مکمل کوئی دستورِ حیات، کوئی ضابطۂ عمل اور نظامِ اخلاق آج تک پیش نہیں کیا جا سکا، اور مسلمان کی حیثیت سے ہمیں یقین ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آئندہ بھی پیش نہیں کیا جا سکے گا۔ اسلامی نظامِ عمل میں جہاں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق مکمل و مفصل ہدایات موجود ہیں اور ایک نمونۂ کامل محفوظ ہے، وہیں زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی معمولی گوشوں کو بھی ہدایات کی روشنی سے منور کر دیا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے کے لئے بڑی کارآمد اور کارگر ہیں۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے،

"مومن کی میزان میں اچھے اخلاق سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔"

اخلاق کا تعلق پوری زندگی اور زندگی کی تمام سرگرمیوں سے ہے، لیکن ہم اس وقت اخلاق کے صرف اس پہلو کو پیش کر رہے ہیں جس کو عرفِ عام میں خوش اخلاقی یا خوش خلقی کہتے ہیں اور جس کا تعلق دوسروں کے ساتھ تعلق اور برتاؤ سے ہوتا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ آدمی جب کوئی کام کرے تو خوش اسلوبی سے کرے یہاں تک کہ اگر جانور ذبح بھی کرنا ہو تو اس میں بدسلوکی نہ ہونے پائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو بکری کو گرا کر اس کے چہرے پر اپنا پیر رکھے ہوئے چھری کو تیز کر رہا ہے اور بکری اس کے عمل کو دیکھ رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بکری ذبح کرنے سے پہلے نہ مر جائے گی۔ کیا تم اس کو دوہری موت دینا چاہتے ہو؟

یہ حضور کی تلقین تھی حسنِ سلوک کے لئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حسنِ سلوک کی اہمیت زندگی میں کس قدر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرزِ زندگی اپنی امت کو سکھایا ہے اس میں اچھے برتاؤ اور خوش خلقی کو اتنا اہم مقام حاصل ہے۔

حسنِ سلوک ایسی چیز ہے جس کا اظہار ہر وقت ہر موقع پر ہر شخص سے ہو سکتا ہے۔ روزانہ صبح سے شام تک سینکڑوں آدمیوں سے آپ کا واسطہ پڑتا ہے۔ کسی سے سرسری ملاقات ہوتی ہے اور کسی سے تفصیلی گفتگو اور تبادلۂ خیال ہوتا ہے لیکن ان سب میں آپ کا طرزِ عمل اور برتاؤ ظاہر ہوتا ہے۔ اچھا برتاؤ ہوگا تو وہ بھی نمایاں ہوگا اور اچھے اثرات چھوڑے گا۔ برا سلوک ہوگا تو وہ بھی نمایاں ہو کر رہے گا۔ چلتے چلتے محض سلام کرنے اور مزاج پوچھنے کے انداز ہی سے مخاطب کے ساتھ آپ کے رویئے اور سلوک کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

مسکراتا ہوا چہرہ
حسنِ اخلاق کا
بہترین مظہر ہے

کسی کو دیکھ کر آپ کے چہرے پر بشاشت کا آجانا اس پر آپ کی توجہ اور اس سے آپ کے تعلقِ خاطر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اور یہ بھی حسنِ اخلاق ہو کر لوگ یہ سمجھیں کہ ان کے ملنے سے آپ کو خوشی ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اپنے بھائی کے لئے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے:

بتایئے انسانیت کا اس سے زیادہ پاس کس کو ہوگا اور انسانی نفسیات کا لحاظ اس سے زیادہ کس مصلح، کس رہنما نے رکھا ہوگا۔ باہم اخوت و محبت اور یگانگت کے ایسے نکتے آپ کو کہاں ملیں گے؟

یہ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں انسانی تعلقات پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔

اور انسان کی بہتری خدمت سر انجام دیتا ہے۔ ایک میٹھا بول بعض وقت مایوس و دل شکستہ انسان کو ولولۂ تازہ عطا کر دیتا ہے ہمت افزائی کا ایک جملہ حوصلوں کو بلند اور عزائم کو جوان کر دیتا ہے۔ یہ سب حسن سلوک کے کرشمے ہیں۔ بڑے سے بڑا آدمی اگر اس نعمت سے محروم ہے تو سچی خوشی اس کے پاس بھی نہیں پھٹکے گی۔ انسان جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی اس کا طرزِ عمل اور برتاؤ شائستہ اور شریفانہ ہوگا۔ بڑائی کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ حسن سلوک کی دولت سے مالا مال ہوں۔ انسانی تمدن کی یہ خصوصیت ہے کہ بڑے اور چھوٹے ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ بڑوں کو چھوٹوں کا تعاون درکار ہے اور چھوٹوں کو بڑوں کی مدد مطلوب ہوتی ہے۔ تمدن کی گاڑی دونوں پہیوں سے چلتی ہے۔ اس طرح انسان کو اپنے معاشرے کے مختلف افراد سے ملنا جلنا اور ان کے درمیان رہنا پڑتا ہے۔ پڑوسی کی مثال لیجیے۔ آپ کتنے ہی امیر ہوں اور آپ کا پڑوسی کتنا ہی غریب اور بے سہارا ہو۔ بہرحال وہ آپ کے قریب ہے۔ آپ کو اس کی خوشی اور اس کی تکلیف کا سب سے پہلے علم ہوگا۔ اور آپ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں سب سے پہلے شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ اچھے پڑوسی نہیں ہیں اور اچھے پڑوسی نہیں تو اچھے انسان بھی نہیں ہو سکتے۔ آپ کے حسن سلوک کا سب سے پہلا مستحق آپ کا پڑوسی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکتہ کو کس خوبی سے بیان فرمایا ہے:

"اگر تیرے ہمسائے تجھے اچھا کہتے ہیں تو تو واقعی ہی اچھا ہے۔ اگر تیرے بارے میں تیرے ہمسایے کی رائے خراب ہے تو تو ایک برا آدمی ہے۔"

اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا ہر کام اس طرح ہوگا کہ اس سے معلوم ہو کہ یہ مومن کا کام ہے اور مومن اور غیر مومن کا فرق ظاہر ہو۔ حتیٰ کہ اگر ایک مومن کسی کے گھر پر جا کر دروازہ کھٹکھٹائے تو اس عمل کا بھی اندازہ ہو جائے کہ یہ ایک ایسا فرد ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اپنے ہر عمل میں اس کے احکام کا خیال رکھتا ہے۔ اور ایک کافر کا عمل اس کے کفر کا آئینہ۔ دین کا فرق اور طرزِ زندگی کا فرق انسانوں کے کردار، برتاؤ اور اخلاق میں منعکس ہوتا ہے۔ مومن کا ہر عمل اس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے۔ طرزِ حیات اور طریقِ عمل سے صحیح انسانوں اور غلط انسانوں کے درمیان ایک واضح خطِ امتیاز کھنچ جاتا ہے۔

بقیہ: اداریہ

کے اثر و رسوخ کے تحت چلے جانے کے باعث ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کو پریشان کر رہا ہے۔ بنک کے اس اقدام کی وجہ سے پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک ترقی کی طرف گامزن ہونے کی بجائے مقروض ہوتے جا رہے ہیں اور افراطِ زر بڑھتی جا رہی ہے نیز افراطِ زر کی وجہ سے مہنگائی روز افزوں بڑھتی جا رہی ہے اور ان ممالک کے باشندے ضروریاتِ زندگی کی بنیادی اشیاء سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ اقتصادی ترقی رک کر رہ گئی ہے۔ پاکستان بھی انہی حالات سے دوچار رہے۔ قرضوں کا بوجھ بڑھ گیا ہے۔ بیرونی سرمایہ کاروں نے سرمایہ کاری روک دی ہے۔ افراطِ زر بڑھ گئی ہے۔ دورِ سابق میں بھی عالمی بنک کے دباؤ اور غلط اقتصادی پالیسی کی وجہ سے روپے کی قیمت میں کمی کر دی گئی تھی اور اس کے نتیجے میں افراطِ زر بڑھ گئی اور مہنگائی میں بھی اسی شرح سے اضافہ ہوتا گیا۔ پاکستان کی اقتصادیات ابھی تک ان حالات سے دوچار ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ عالمی بنک، قرضوں کا عالمی کنسورشیم اور مغربی ممالک سے امداد لیتے وقت ملک کی اقتصادی حالت اور ملکی حالات کو مدنظر رکھنا چاہیے تاکہ ملک کی نوے فی صد غریب آدمی پر اس کا بوجھ نہ پڑے۔

بقیہ: حج ایک بے مثال درس تدریس

کی تلقین فرمائی اور غیر اہم باتوں کو اہمیت دینے سے روکا۔ مزید فرمایا دین میں غلو سے بچو۔ گذشتہ امتیں غلو فی الدین سے ہلاک ہوئیں۔

حج میں کھانے کی چیزوں کا ذخیرہ رکھنا حرام ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ذخیرہ اندوزی حج کے بعد منع نہیں بلکہ حج سے سیکھے ہوئے سبق کو ہمیشہ یاد رکھو اور ان پر عمل کرو۔ حج میں جو اتحاد و مساوات کا بے مثال سبق ملتا ہے وہ اسلامی ممالک کے کونے کونے پر پہنچ جانا چاہیے۔

واعتصموا بحبل اللہ ولا تفرقوا۔ اے مسلمانو سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن حکیم) کو تھام لو اور فرقہ بندیوں سے اجتناب کرو۔

بقیہ: اسلامی نظام

نظام کا ضامن ہے۔

اسلامی نظام سلطنت اپنی رعایا میں طبقاتی کشمکش ختم کر کے اخوت و بھائی چارے کی ایک لڑی میں پرو دیتا ہے جس میں کسی امیر کو غریب پر اور اعلیٰ خاندان والے کو ادنیٰ خاندان والے پر بالادستی حاصل نہیں ہوتی۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

وشہد شاہد من بنی اسرائیل علی مثلہ فآمن (القرآن الحکیم)

سیدنا حضرت ابو یوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی اسرائیل یعنی یہودیوں سے بہت جید عالم تھے۔ آپ رضؓ کا سلسلہ نسب بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملتا ہے۔ ایام جاہلیت میں آپ کا نام حصین تھا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کے ساتھ بدل دیا۔ آپ فطرتاً منیب اور مفکرانہ ذہن وفکر کے مالک تھے حالانکہ یہودیوں عناد اور بغض پیدائشی طور پر ودیعت چلا آرہا ہے مگر اسلام کے شرف سے مشرف ہونے سے بھی قبل جب آنحضرت علیہ السلام مدینہ طیبہ تشریف لائے اور ابھی مالک بن نجار کے محلہ میں تشریف فرما تھے اور عبداللہ بن سلام کو بھی آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو اسوقت آپ اپنے باغ میں تھے فوراً کافی پھل وغیرہ توڑ کر آپ کی خدمت اقدس میں بطور تحفہ پیش کئے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ عبداللہ بن سلام نے اگرچہ اسوقت اسلام کے بارے میں آپ سے کوئی گفتگو نہیں کی، مگر چہرہ مبارک دیکھ کر ان کو اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ ایسا چہرہ مبارک جھوٹے آدمی کا ہرگز ہی نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احباب اصحابؓ سے دریافت فرمایا کہ بالکل متصل گھر کس کا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل متصل میرا گھر ہے۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مستقل ہو گیا تو مستقر متعین ہونے کے بعد حضرت سیدنا عبداللہ بن سلامؓ مکرر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں براہ کرم مجھے ان کے جوابات سے سرفراز فرمائیے۔ ان باتوں کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تینوں باتوں کا علم تھا۔ آپ نے فوراً ان تینوں باتوں کے مفصل اور تسلی بخش جوابات سے عبداللہ بن سلام رضؓ کو مطمئن کر دیا تو یہ سلیم الفطرت یہودیوں سے بہت بڑا عالم دین سیدنا حضرت عبداللہ بن سلام نے فوراً پڑھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد حضرت سیدنا ابن اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک اپیل

کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بخوبی جانتے ہیں کہ یہود ایک افترا پرداز اور ضدی قوم ہے اور میں عالم ہوں رئیس ابن الرئیس ہوں۔ اس لئے آپ ان لوگوں کو بلوا کر میرے بارے میں پہلے معلومات کر لیجئے اور میرے بارے میں ان کی رائے بھی معلوم فرما لیجئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو طلب کر کے حضرت عبداللہ بن سلام کے بارے میں معلومات حاصل کی اور یہ بھی فرمایا کہ وہ کیسا ہے؟ اور اگر وہ اسلام قبول کر لے تو کیا آپ بھی اسلام قبول کر لیں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عبداللہ بن سلامؓ ہمارا امام ہے۔ بہت بڑا عالم دین ہے۔ شریف ہے برائی سے پاک ہے۔ نیز وہ کبھی اسلام قبول نہیں کرے گا۔ ہاں اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو ہم بھی اسلام قبول کر لیں گے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ قریب والے مکان کے ایک کونے میں چھپے ہوئے بیٹھے تھے حضرت نبی کریم علیہ السلام نے ان کو آواز دی تو عبداللہ کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے باہر آگئے اور آتے ہی فرمایا کہ اے یہودیو خدا سے ڈرو۔ تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ آپ خداوند قدوس کے سچے نبی ہیں۔

آپ کا مذہب بھی بالکل سچا مذہب ہے۔ آپ سب کے سب فوراً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر آخرت کی بھلائی حاصل کر لو۔ یہود کو خلاف موقعہ بہت ندامت کا سامنا کرنا پڑا مگر وہ ایسے طوطا چشم تھے کہ فوراً اسی مقام پر کہنے لگے کہ تم جھوٹے ہو اور یہود میں سب سے بدترین تم ہی ہو اور تمہارا باپ بھی بدترین تھا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ مسکرائے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی سرشت خصلت اور عادت سے بخوبی واقف تھا۔ اسی لئے میں نے یہ اپیل کی تھی تاکہ آپ کو حقیقت حال کا علم ہو جائے۔ (بخاری شریف)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے فوراً بعد اسلام قبول کر لیا تھا، مگر غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں آپ کی شرکت سے متعلق مؤرخین سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ راقم کو بھی کوشش بسیار کے باوجود ان دونوں غزوات میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہو سکیں۔ ہاں آپ غزوۂ خندق میں موجود تھے اور خندق کے بعد بھی جو غزوات پیش آئے۔ آپؓ سب میں شریک دکھائی دیتے ہیں حتیٰ کہ جب حضرت فاروق اعظم رضؓ نے بحیثیت امیر المؤمنین بیت المقدس کے لئے سفر کیا تھا تب بھی حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ ساتھ تھے اور جب حضرت ذوالنورین رضؓ کے خلاف سبائیوں نے طوفان بدتمیزی کھڑا کیا اور امیر المومنین رضؓ کے خلاف ایجی ٹیشن یا بغاوت کر کے مدینہ طیبہ کے مقدس حضرات کو ہراساں کر رکھا تھا اور وہ خلیفۃ المسلمین رضؓ کی نرمی اور رحم دلی یا خشیت باری تعالےٰ کے باعث مدینہ مقدس کو میدانِ جنگ بنانا چاہتے تھے، مگر سیدنا حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی قربانی دے کر بھی مدینہ مقدس کو میدانِ جنگ بنانے سے گریز کیا۔ ان دنوں حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ نے سب سے بڑھ کر اس فتنہ کا قلع قمع کرنے کے لئے خلیفۃ المسلمین کو خوب خوب مشورے دیئے اور اپنی خدمات پیش کیں مگر حضرت عثمان غنی رضؓ نے فرمایا کہ تم اہل زبان ہو اس لئے ان فتنہ پردازوں کو جا کر رد کرو اور ان کے مجمع کو منتشر کر دو۔ حضرت عبداللہ حضرت عثمان غنی رضؓ کا حکم سنتے ہی باہر تشریف لائے اور ایک مؤثر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

لوگو میرا نام جاہلیت میں حصین تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ تجویز فرمایا۔ میرے متعلق قرآن کریم میں کئی آیات کا نزول ہوا چنانچہ وشہد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فآمن اور قل کفی باللہ شہید بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب میری شان میں نازل ہوئی ہیں۔ خدا کی تلوار اب تک نیام میں ہے اور ملائکہ نے اس شہر مدینہ کو اپنا نشیمن بنایا ہوا ہے۔ پس اپنے رب کریم سے ڈرو اور خلیفۃ المسلمین کو شہید نہ کرو۔ خدا کی قسم اگر تم نے اپنے امیر کو شہید کر ڈالا تو تمہارے ہمسایہ فرشتے مدینہ کو چھوڑ دیں گے اور خدا کی قسم وہ تلوار بھی نکل پڑے گی جو ابھی تک نیام میں ہے اور پھر قیامت تک نیام میں ہرگز نہیں آئے گی، لیکن ان ظالم سبائیوں پر ایسی مؤثر تقریر کا بھی کوئی اثر نہ ہوا بلکہ یہ تقریر سنکر یہ سبائی چیختے ہوئے کہنے لگے کہ اس یہودی اور عثمان رضؓ دونوں کو قتل کر ڈالو۔

(ترمذی شریف)

پھر جب سبائی ظالموں نے حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ نے فرمایا لوگوں نے قتل عثمان رضؓ سے اپنے اوپر فتنہ کا دروازہ کھول دیا ہے جو ان پر قیامت تک کبھی بند نہیں ہوگا اور فرمایا شہادت عثمان رضؓ کے باعث بہت زیادہ لوگ قتل کئے جائیں گے جو اسوقت اپنے آباء و اجداد کی پشتوں میں ہیں اور تاحال پیدا بھی نہیں ہوئے اللہ اکبر!

نیز حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحؒ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں کے مجمع میں عبداللہ بن سلام رضؓ آئے اور کہا کہ حضرت عثمان رضؓ کا قتل تو بڑی بات ہے تمہارے دلوں میں اس کا خیال تک نہ آنے پائے۔ بخدا جو کوئی آپؓ کو شہید کرے گا وہ کوڑھی ہو جائے گا۔ بخدا شمشیر الٰہی اب تک نیام میں

> شہادتِ عثمان رضؓ کے باعث
> بہت زیادہ لوگ قتل کئے
> جائیں گے جو اس وقت
> اپنے آباء و اجداد کی
> پشتوں میں ہیں اور
> تاحال پیدا بھی نہیں ہوئے

ہے۔ اگر تم نے حضرت عثمان رضؓ کو شہید کر دیا تو یاد رکھنا اللہ تعالےٰ اپنی شمشیر بے نیام کرے گا اور مسلمانوں سے مابین ہمیشہ کے لئے خوں ریزی کا سلسلہ

جاری وساری رہے گا۔ پھر حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا یاد رکھو کہ ایک نبی کے قتل سے موض ستر ہزار آدمی قتل کئے جاتے ہیں اور ایک خلیفہ کے قتل کے بدلہ میں ۳۵ ہزار آدمی قتل ہوتے ہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کا غصہ اس زمین پر برابر رہتا ہے۔ اس کے بعد باہمی اتحاد و اتفاق مشکل ہو جاتا ہے" (تاریخ الخلفاء)

مناقب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال ما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاحدٍ یمشی علی الارض انہ من اھل الجنۃ الا لعبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وفیہ نزلت وشھد شاھد من بنی اسرائیل الایۃ

(بخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ایسے شخص کی نسبت جو زمین پر چلتا ہو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ "وہ اہل جنت میں سے ہے" سوائے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے' اور یہ آیت انہی کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے گواہی دی الخ۔۔۔ (بخاری شریف)

اس آیۃ مبارکہ کی تفسیر حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں لکھی ہے کہ:

اس زمانہ میں عرب کے جاہل مشرک بنی اسرائیل کے علم و فضل سے بہت مرعوب تھے جب حضور کی نبوت کا چرچا ہوا تو مشرکین نے اس باب میں علمائے بنی اسرائیل کا عندیہ لینا چاہا۔ غرض یہ تھی کہ وہ لوگ آپ کی تکذیب کر دیں تو کہنے کو ایک بات ہاتھ آ جائے کہ دیکھو اہل علم اور اہل کتاب بھی ان کی باتوں کو جھوٹا کہتے ہیں، مگر اس مقصد میں مشرکین ہمیشہ ناکام رہے۔ خدا تعالیٰ نے انہی بنی اسرائیل کی زبانوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و تائید کرائی۔ نری اتنی بات سے کہ وہ لوگ بھی قرآن کی طرح تورات کو آسمانی کتاب اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر کہتے تھے اور اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ نبوت اور دعویٰ رسالت اور قرآن کی وحی کوئی انوکھی چیز نہیں رہتی بلکہ اسی طرح کے بعض علماء یہود نے صریحاً اقرار کیا اور گواہی دی کہ بے شک ہمارے ہاں اس ملک (عرب) سے ایک عظیم الشان رسول اور کتاب کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور یہ رسول وہی معلوم ہوتا ہے اور یہ کتاب اسی طرح کی ہے جس کی خبر دی گئی تھی۔ علماء یہود کی یہ شہادتیں فی الحقیقت ان پیشین گوئیوں پر مبنی تھیں جو ہزارہا تحریف و تبدیل کے آج بھی تورات وغیرہ میں موجود چلی آتی ہیں جن سے ہویدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا سب سے بڑا گواہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) ہزاروں برس پہلے خود گواہی دے چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے اقارب اور بھائیوں (بنی اسماعیل) میں سے اس کی مثل ایک رسول آنے والا ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھدًا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا. (المزمل) یہی سبب تھا کہ بعض منصف و حق پرست احبار یہود مثلاً عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھتے ہی اسلام لے آئے اور بول اٹھے

ان ھذا الوجہ لیس بوجہ کاذب (یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں)

انہوں نے قرآن جیسی واضح الاعجاز کتاب کے حق میں گواہی دی پھر جب موسیٰ علیہ السلام ایک چیز پر وقوع سے ہزاروں برس پہلے ایمان رکھیں۔ علماء یہود (حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ) اس کے صدق کی گواہی دیں۔ بعض احبار یہود زبانی و قلبی شہادت دے کر مشرف بہ اسلام ہو جائیں اور ان سب شہادتوں کے باوجود تم اپنی شیخی اور غرور سے اس کو قبول نہ کرو تو سمجھ لو کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور گناہ کیا ہو گا اور ایسے ظالم اور گنہگار کی نجات و فلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ (التفسیر عثمانی)

نیز حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی تفسیر جواہر القرآن میں حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے قرطبی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔ یہ شکوہ ہے کفار مکہ محض عناداً اور مکابرۃً کہتے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے رسول نہیں ہیں حالانکہ وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے دلائل قاہرہ اور آپ کی رسالت و نبوت پر معجزات، واضحہ کا

مشاہدہ کر چکے تھے قل کفی باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب سے علماء اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) مراد ہیں جو اسلام لا چکے تھے۔ ان کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ مشرکینِ مکہ ان پر اعتماد کرتے تھے

(جواہر القرآن)

ہاں ان آیات سے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی نفی صرف مولوی محمد علی لاہوری امیر فرقہ لاہوری مرزائی نے کی ہے، مگر اس نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ جمہور مفسرین کی رائے یہی ہے کہ اس آیت مبارکہ کے مصداق حضرت سیدنا عبداللہ بن سلامؓ ہیں۔

یہود کی اسلام دشمنی

یہود کی اسلام دشمنی تو ضرب المثل ہے کہ آج تک اس گمراہ گروہ نے مسلمانوں کو سخت پریشان کر رکھا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کے عظیم قبیلے آباد تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان سے معاہدہ کئے مگر یہ کمبخت معاہدوں کو بھی توڑ کر مشرکینِ مکہ کے ساتھ غزوۂ خندق میں شریک ہو گئے۔ ان کو اپنے معاہدہ کی یاد دہانی بھی کرائی گئی مگر نہ جانے ان کی کھوپڑیوں میں کیا بھرا ہوا ہے کہ ایک بھی نہ مانی جس کے نتیجے میں ان کے مردوں کو تہ تیغ کر کے ان کی عورتوں کو کنیزیں بننا پڑا۔ بعد میں بھی صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دور میں ان کا قلع قمع کر ڈالا، مگر پھر بھی جو بچ گئے آج انہوں نے پھر قیامت قائم کر رکھی ہے اور عرب ممالک کے لئے ناسور کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ اس ناسور کی اصلاح ناممکن ہے جب تک عمل جراحی سے کام نہ لیا گیا تو یہ ناسور تمام جسم پر پھیل جائے گا۔ ہماری دعا ہے کہ اب کوئی رجل رشید اور مردِ مجاہد نشتر لے کر اٹھے اور اسرائیل کا پوسٹ مارٹم کر ڈالے

ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

اب ان کے اندر کوئی عبداللہ بن سلامؓ نہیں ہے۔ قرآن کریم کا بھی ان کے متعلق واضح فرمان ہے کہ

ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباءو بغضب من اللہ الخ..... اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور پھرے اللہ کا غصہ لے کر"

(ترجمہ از حضرت شیخ الہندؒ)

حضرت شیخ الہندؒ لکھتے ہیں کہ ذلت یہ کہ ہمیشہ مسلمان اور نصاریٰ کے محکوم اور رعیت رہتے ہیں۔ کسی کے پاس مال ہوا تو کیا۔ حکومت سے بالکل محروم ہو گئے جو موجب عزت تھی اور محتاجی یہ کہ اول تو یہود میں مال کی قلت ہے اور جن کے پاس مال ہو بھی تو حکام وغیرہ کے خوف سے اپنے آپ کو مفلس اور حاجتمند ہی ظاہر کرتے ہیں۔ شدت حرص اور بخل کے باعث محتاجوں سے بدتر نظر آتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ

"تونگری بدل است نہ بمال"

اس لئے مالدار ہو کر بھی محتاج ہی رہے اور یہ عظمت وعزت جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس سے رجوع کر کے اس کے غضب وقہر میں آ گئے۔

ایک سوال کا جواب

چونکہ مفسرین حضرات نے یہود بنی اسرائیل کی اپنی حکومت کے قیام کی قرآن کریم کی ان آیات سے نفی کی ہے کہ اب بنی اسرائیل کی خود مختار حکومت کبھی قائم نہیں ہو سکے گی تو اس سے اب بعض لوگ یہ سوال اٹھایا کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی حکومت تو قائم ہو چکی ہے۔ ایسے لوگوں کی معلومات کے لئے گذارش ہے کہ بنی اسرائیل یہود کی خود مختار حکومت نہ قائم ہے اور نہ کبھی قائم ہو سکے گی۔ باقی کسی کے سہارے پر یا کسی کے آلۂ کار کی حیثیت سے یہود کی زیر نگرانی ہو تو وہ الگ بات ہے۔ قرآن کریم اور مفسرین حضرات نے ان کی ذلت اور جس محتاجی کا ذکر کیا ہے وہ آج بھی واضح ہے اور بنی اسرائیل کی حکومت خود مختار حکومت نہیں۔ یہ آج بھی عیسائیوں کے محکوم ہیں۔ اگر امریکہ وغیرہ اسرائیل کی حکومت سے صرف ایک گھنٹہ کے لئے دستبردار ہو جائیں تو عرب کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی آج پھر غزوۂ بدر کی یاد تازہ کرتے ہوئے بنی اسرائیل کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں جس طرح دو انصاری بچوں نے ابو جہل کے بھاری جسم کے ٹکڑے کر ڈالے تھے۔ اسرائیل کا دارالخلافہ دراصل امریکہ وغیرہ کا مرہونِ منت ہے جیسے امریکہ کی متعدد ریاستیں ہیں یہ بھی ان کی ایک ریاست ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح یاب کرے آمین۔

ایک خواب

بخاری شریف میں خود حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی روایت سے آپ کا ایک عجیب وغریب خواب مذکور ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا۔ اس کو میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو بیان کیا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں۔ انہوں نے اس کی وسعت اور سرسبزی بیان کی (کہ وہ ایسا تھا) اس کے وسط میں ایک لوہے کا ستون ہے۔ اس کا نچلا

حصہ زمین میں ہے اور اوپر والا آسمان میں اور اوپر والے حصے میں ایک رسی ہے۔ پس مجھ سے کہا گیا کہ تم اس پر چڑھ جاؤ تو میں نے کہا کہ میں نہیں چڑھ سکتا۔ پھر میرے پاس ایک خادم آیا جس نے میرے کپڑے (دامن) اوپر سے اٹھا لئے تو میں با آسانی چڑھ گیا یہاں تک کہ اس کے اوپر پہنچ گیا پھر میں نے رسی کو پکڑ لیا تو مجھ سے کہا گیا کہ مضبوط پکڑے رہنا۔ پس اس کے بعد جب میں بیدار ہوا تو وہ رسی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مکمل واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ اسلام ہے اور وہ ستون بھی اسلام کا ستون ہے اور یہ رسی عروۃ الوثقیٰ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فانت علی الاسلام حتی تموت تم اسلام پر قائم رہو گے یہاں تک کہ مر جاؤ گے۔

(بخاری شریف)

صاحب الرائے شخصیت

سیدنا حضرت عبداللہ بن سلام ماہر عالم دین اور صاحب الرائے شخصیت کے مالک تھے۔ منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی نے کہا کہ امیر المؤمنین رضی آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور مقیم دارالخلافہ مدینہ طیبہ کو ہرگز نہ چھوڑیے ورنہ پھر کبھی اس کی کم از کم زیارت بھی نہ کر سکیں گے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی تک آپ رضی کا یہ فرمان پہنچا تو آپ رضی نے فرمایا ابن سلام رضی بہت نیک آدمی ہے۔ اور آپ کا علمی مقام اتنا بلند تھا کہ توراۃ۔ انجیل۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی سے آپ رضی کا سینہ روشن تھا۔ چہرے پر ہر وقت خشوع و خضوع کے آثار نمایاں رہا کرتے تھے۔ منقول ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی مدینہ میں اہل کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد قرآن و حدیث کی طرف توجہ کی اور احادیث میں تو مرجع کل ہی بن گئے۔ اس سے بڑھ کر اور شرف کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی جو جمیع صحابہ کرام رضی میں سب سے زیادہ احادیث کے حامل تھے وہ بھی حضرت ابن سلام رضی سے ہی حدیثیں دریافت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک بار حضرت ابو ہریرہ رضی شام گئے اور کعب رضی بن احبار سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے یوم میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اگر اس گھڑی اپنے رب سے کچھ مانگے تو اس کو ضرور ملتا ہے۔ اس پر کعب رضی نے کچھ رد و قدح کی۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی سے وہ بھی متفق ہو گئے۔ جب حضرت ابو ہریرہ مدینہ منورہ واپس آئے تو یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی کو بھی کہہ سنایا۔ یہ سُن کر حضرت عبداللہ بن سلام رضی نے خود ابو ہریرہ رضی سے دریافت کیا کہ وہ گھڑی آپ کو بھی معلوم ہے کہ کونسی ہے؟ ابو ہریرہ رضی نے کہا مجھے معلوم نہیں تو آپ بھی خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ابو ہریرہ رضی کے کافی اصرار کے بعد بتایا کہ یہ وقت عصر کے بعد مغرب تک ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی نے فرمایا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ عصر اور مغرب کے درمیان تو نماز کا بھی کوئی وقت نہیں ہے۔ فرمایا کہ کیا تم کو یہ حدیث معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نماز کے انتظار میں بیٹھنا بھی
نماز ہی کے حکم میں ہے۔
(مسند احمد)

اس کے باوجود بھی حضرت عبداللہ رضی سے صرف پچیس روایتیں منقول ہیں۔ راویوں میں صحابہ کرام رضی کی بڑی جماعت ہے۔ حضرت عبداللہ رضی سے ایک خاص قسم کی یہ روایت بھی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جمع کر کے سبح للہ کی ابتدائی چند آیات پڑھیں۔ اس لئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں اپنے شاگردوں کے سامنے اسی انداز میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی بھی یہ سبح للہ والی چند آیتیں پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ کے شاگردوں نے بھی اس محبوبانہ روایات کو کافی عرصہ تک قائم رکھا۔

حُسنِ اخلاق

اخلاقی حیثیت سے بھی حضرت عبداللہ بن سلام رضی عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چلنے والوں میں سے صرف حضرت عبداللہ بن سلام رضی کو ہی جنتی قرار دیا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی کی وفات ہوئی تو شاگردوں سے فرمایا کہ میں دنیا سے اٹھ رہا ہوں لیکن میرے ساتھ علم نہیں اٹھ جائے گا۔ جو شخص علم کی جستجو کرے گا وہ علم کو ضرور حاصل کرے گا۔ اس کے بعد علم کے ماہرین کے آپ رضی نے چار نام گنوائے جن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن سلام رضی تھے

(ترمذی شریف)

فرمایا پہلے وہ یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے اور میں نے خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام گیارہویں جنتی ہیں، مگر اس علمی اور اخلاقی فضیلت کے باوجود آپ بہت زیادہ منکسر المزاج تھے۔ آپ رضی ایک دن مسجد نبوی میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ جنتی شخص ہیں تو فرمایا کہ جو آدمی

کسی بات کو نہ جانتا ہو وہ بات اس کو زبان سے ادا نہیں کرنی چاہیئے۔ ہاں اس کے بعد آپ نے البتہ اس خواب کو ضرور بیان کیا جس کو ہم نے بخاری شریف سے مکمل نقل کر دیا ہے۔ اس واقعہ کے ساتھ ساتھ ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک گٹھا اٹھایا ہوا تھا۔ لوگوں نے دیکھا تو کہا کہ رب نے تو آپ کو اس سے مستغنی کر دیا ہے فرمایا ہاں ٹھیک ہے لیکن میں اس سے غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں۔ شاید صوفیائے کرام بھی انہی واقعات سے مبتدی تصوف کے طالب علموں سے محنت کے کام زیادہ کراتے ہیں تاکہ غرور ٹوٹ جائے۔ ویسے ہر آدمی کو انفرادی طور پر بھی اس قسم کے کام خود بخود کرنے چاہئیں جن سے تکبر اور غرور کا نشہ ہرن ہو جائے۔ آپ کے اندر حق و صداقت کا جوش اور جذبہ بھی کافی پایا جاتا تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر قریش میں تم کو لڑائی پیش آ جائے تو مجھ کو قریقین کی صفوں کے درمیان رکھ دینا۔ سبحان اللہ۔

وفات

سیدنا حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا
(مسند احمد)

آپ نے اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑے ایک کا نام یوسف اور دوسرے کا نام محمد تھا۔ یہ دونوں بیٹے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے تھے اور دونوں کے نام خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمائے تھے۔ منقول ہے کہ یوسف کو جو کہ بڑے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں بٹھایا، سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف نام رکھا۔ اس لئے کہ حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ چونکہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس لئے بڑھاپے میں ضعف کی وجہ سے عصا لے کر چلتے تھے اور اس پر ٹیک بھی لگاتے تھے۔ اللہ اللہ یہ کیسے خوش قسمت لوگ تھے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل رہا، آپ کی مجلس شریف میں بیٹھتے تھے۔ آپ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ آپ کا بچا کھچا پانی نوش فرماتے تھے اور آپ کے ساتھ ایک ہی سواری میں پیچھے بیٹھ کر اپنا سینہ آپ کی پشت کے ساتھ خوب ملائے رکھتے، مہر ختم نبوت کو بوسے دیتے اور مشکل وقت میں اپنی قربانی پیش کرتے سبحان اللہ

ع قربان جانے والو قربان جایئے

رضی اللہ عنہ

آپ کی خدمت میں پیش پیش
عمدہ کام خوبصورت ڈیزائن
مہران
گولڈن ہاؤس
ہر قسم کے خوبصورت
دیدہ زیب اور اعلیٰ قسم
کے ڈیزائن کے خالص سونے
کے زیورات بازار سے بارعایت
آرڈر پر بنوانے کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں

پروپرائٹر: محمد بخش اینڈ منظور احمد
ریلوے روڈ۔ پڈ عیدن
ضلع نواب شاہ (سندھ)

خوشخبری

ہم اپنے کرمفرماؤں کو یہ خوشخبری سناتے ہوئے فخر محسوس کر رہے ہیں کہ ہم موٹر سائیکل کا واساکی۔ یاماہا۔ سوزوکی اور ہنڈا کے مختلف سائز میں
کیریئر
مارکیٹ میں لا رہے ہیں۔ اپنے آرڈر سے جلد مطلع فرمائیں۔ سالہا سال سے سائیکلوں کے خوبصورت اور پائیدار سٹینڈ کیریئر پیش کر رہے

پروپرائٹر: محمد نسیم رہی الفرید سٹیل پروڈکشن
پاک پتن روڈ۔ عارف والا ساہیوال

محمد ظہیر شر میر

مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ - ایک با اصول شخصیت

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے؟

عالم اسلام کے بطلِ جلیل حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی موت نہ صرف اہل پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے ایک ناقابلِ برداشت صدمہ اور ناگہانی حادثہ ہے۔ ایک با اصول شخصیت کی موت یقیناً پوری انسانیت کی موت ہوتی ہے۔ جمہوری اصولوں کی خاطر لڑنے والا انسان پوری انسانیت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ ایسے انسان کی جدائی میں جتنا غم کیا جائے کم ہے۔ جتنے آنسو بہائے جائیں تھوڑے ہیں۔ آج پوری ملت ماتم کناں ہے۔ چونکہ آج ملت کے مقدر کا ستارہ ڈوب گیا ہے۔ ان کے اصولوں کی بازیابی کے لئے لڑنے والا انسان چل بسا ہے۔ ان کے حقوق کی بحالی کے لئے اٹھنے والی آواز خاموش ہو گئی ہے۔ وہ ماتم کیوں نہ کریں؟ کیونکہ ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ "لوگوں کے ساتھ یوں حسن سلوک کرو اگر مر جاؤ تو لوگ روئیں۔ اوجھل ہو جاؤ تو ڈھونڈیں"۔ آج چاروں اطراف یہی نظر آتا ہے۔ مفتی محمودؒ نے لوگوں سے جو حسن سلوک کیا۔ انسانی اصولوں کو زندہ رکھنے کے لئے جو جنگ لڑی آج قوم ایسی شخصیت کے لئے ماتم کناں ہے۔ اصولوں کے پجاری انہیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ لوگ ان کی جدائی میں بیقرار ہیں اور یہیں ممکن تھا کہ یہ بیقراری اپنی انتہا کو پہنچ جاتی اگر مفتی محمودؒ کے اصول زندہ نہ ہوتے۔ آج اگرچہ مفتی محمودؒ ہم میں نہیں ہیں، لیکن ان کے اصول موجود ہیں اور اصولوں کے ساتھ وابستہ رہنا ہی مفتی محمودؒ کی انفرادیت تھی۔

یہ بات یاد رکھئے کہ اصولوں کے ساتھ چمٹے رہنا ہی انسان میں انفرادیت پیدا کرتا ہے۔ جو اشخاص ہر ابھرنے والی نئی تبدیلی کے ساتھ بدل جاتے ہیں وہ دراصل کسی کو متاثر نہیں کر سکتے ؎

اس دور میں سب مٹ جائیں گے ہاں باقی وہ رہ جائیگا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے

مولانا مفتی محمود کی تمام عمر اصولوں کی پابند نظر آتی ہے! اور یہ بات حقیقت ہے کہ جن لوگوں کو مبداءِ فیاض سے خودداری اور حمیت کی وافر دولت عطا ہوتی ہے وہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہیں جانتے۔ معبد برای کے لئے آداب بجالانا اور قوتِ اختیار کے آستانے پر جبہ سائی کرنا مفتی محمودؒ کو قطعاً گوارا نہیں تھا۔ مفتی محمود کو اللہ نے جو مقام اور مرتبہ عطا کیا تھا وہ چاہتے تو اپنی شخصیت کے اثر سے سب کچھ حاصل کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے کبھی اصولوں کا سودا نہیں کیا۔ آپ نے اصولوں کی خاطر ہی صوبہ سرحد کی وزارتِ اعلیٰ سے استعفیٰ دیا۔ مفتی صاحبؒ

> مفتی صاحبؒ
> تمام عمر اصولوں
> کی خاطر جنگ
> لڑتے رہے

کا وزارتِ علیا سے اس طرح مستعفی ہونا ایک ایسی تاریخی مثال ہے جسے تاریخ انسانی ہمیشہ اپنے ماتھے کا جھومر سمجھے گی۔ اصولوں اور ملک و قوم کی خاطر ہی آپ نے کئی مراحل پر سمجھوتوں اور پیشکشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

مفتی صاحب تمام عمر اصولوں کی خاطر جنگ لڑتے رہے ۔ انہوں نے اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی خواہ اس کے لئے انہیں بڑی بھاری قیمت ہی کیوں نہ ادا کرنی پڑی ۔ انہیں اصولوں کے لئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں ۔ انہیں اسمبلی سے اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا ۔ انہوں نے جیلوں کو سلاخوں کو تو خوش آمدید کہا لیکن اصولوں کی جبین پر شکن نہ آنے دیا ۔ اور کسی مفکر کے مطابق

" فی الحقیقت سلاسل و زنداں کے بغیر مضبوط سیاسی کردار کی تعمیر نہیں ہو سکتی ۔ جو لوگ آزمائشوں کی بھٹیوں میں سے گذرے بغیر مسندِ اقتدار حاصل کر لیتے ہیں انہیں حرص و ہوا یا دشمن مخالف کا ذرا سا جھونکا بھی اڑا لے جا سکتا ہے جس نے اپنے مسلک کے لئے کچھ قربانی نہیں دی اس کی اپنے ملک سے وابستگی اور شیفتگی کیوں کر ثقہ اور قابلِ اعتماد قرار پا سکتی ہے جنہوں نے پاکیزہ مقاصد اور اصولوں کی خاطر جیلوں کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں نفس پرستی اور خود غرضی کے احساسات کو دفن کر دیا ہو اور نام و نمود کے جذبے کو موت کی نیند سلا دیا ہو ۔ ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ جب کبھی ان پاکیزہ مقاصد اور اصولوں پر آنچ آئے گی ۔ وہ سر بکف میدانِ عمل میں نکل آئیں گے ۔"

مولانا مفتی محمودؒ کو اصولوں کی خاطر ہی ختمِ نبوت کے لئے جیل جانا پڑا اور پھر انہوں نے اصولوں کے لئے ہی اپنے آپ کو ۱۹۵۷ء اور ۱۹۶۷ء میں پابند سلاسل کر دیا ۔ انہوں نے پاکستان کی تاریخ میں جو مقام حاصل کر لیا تھا اگر وہ چاہتے تو چشم ابرو کے ایک اشارے سے وہ سب کچھ حاصل کر سکتے تھے جس کی وہ آرزو کرتے لیکن حالات گواہ ہیں کہ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ میں بھی انہیں قیدِ تنہائی میں رہنا پڑا ۔

اگر کسی شخصیت کو پرکھنا ہو تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان حالات پر نظر رکھی جائے جن حالات میں اس شخصیت نے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہو ۔ بادی النظر سے دیکھا جائے تو مولانا مفتی محمودؒ کا دور آج کا دور ہے ۔ اور آج کا دور فحاشی ۔ خود غرضی اور جنسی بے راہروی کا دور ہے ۔ آج کے دور میں ہر انسان حسرت و یاس اور مایوسی و قنوطیت کا شکار ہے ۔ سیاست کے افق پر خود غرضی اور فریب کی اتنی تہیں جم گئی ہیں کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا ۔ ہر آدمی دوسرے کا شکاری ہے ۔ عجیب نفسا نفسی کا عالم ہے ۔ آج بے دین اور بے لگام نظریہ ہائے حیات نے انسانی قافلے کو ایک ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا ہے جہاں شجرِ زندگی کی جڑ ہی خشک ہو جائے اور شمعِ حیات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے ۔ شاید اسی لئے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا ۔

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انسان نوعِ انساں کا شکاری ہے

ایسے میں مولانا مفتی محمودؒ کا وجود کسی نعمتِ کبریٰ سے کم نہیں تھا ۔ ایسا آدمی جو ساری عمر اسلامی اصولوں کے احیاء اور جمہوری حقوق کی بقاء کے لئے لڑتا رہا ۔ ایسا آدمی جس نے ساری زندگی درویشی میں بسر کی ۔ جس نے اپنے یا اپنے خاندان کے لئے کچھ نہ بنایا ۔ ایسا آدمی جو ہمیشہ دوسرے کے لئے تڑپتا رہا ۔ ایسا آدمی جس نے مذہبی سیاست کو فروغ دے کر سیاست پر نوابوں اور جاگیرداروں کی اجارہ داری کو تہس نہس کر دیا ۔ ایسا آدمی جس نے اسلامی سیاست کا لوہا اپنی صلاحیتوں اور عمل سے منوایا ۔ ایسا آدمی جو بہ وقت ہزاروں خوبیوں کا مالک ہو ۔ کہتے ہیں کہ سیاست اور دیانت ایک جگہ اکٹھی نہیں رہ سکتیں ۔ لیکن یہ نظریہ مفتی صاحبؒ کے ہاں غلط ہو جاتا ہے ۔

انہوں نے عملی طور پر یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ جہاں ایک باکردار سیاست داں ہیں وہاں ان کی دیانت پر کبھی کوئی انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی ۔ وہ علم کے سمندر میں غوطہ زن تھے ۔ بڑے بڑے مفتی اور جید علماء ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور تھے ۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کے محدث اور فقیہہ تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک با اصول انسان تھے اور اصولوں کو زندہ رکھنے کے لئے اپنی پوری زندگی داؤ پر لگا دی تھی ۔ انہوں نے اپنی بیماری اور کمزوری کی قطعاً پرواہ نہیں کی ۔ وہ ملک میں اسلامی نظام کا احیاء چاہتے تھے اور اس کے لئے جس لگن اور محنت و خلوص سے مفتی صاحبؒ نے کوشش کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ۔

۱۹۷۸ء میں جب قومی اتحاد نے جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا تو بہت سے لوگ یہ کہتے سنے گئے کہ کرسی کی محبت انہیں اقتدار میں کھینچ کر لے گئی ہے ۔ مولانا مفتی محمودؒ نے واشگاف الفاظ میں اس الزام کا جواب دیتے ہوئے کہا " ہم اسلامی اصولوں کے احیاء اور جمہوریت کی سربلندی کیلئے حکومت میں شریک ہوئے ہیں "

الغرض مفتی صاحب کی پوری زندگی حق و صداقت کے انہی اصولوں سے بھری نظر آتی ہے ۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ہمیں صبرِ جمیل عطا فرما کر ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔

عظیم قائد کا عظیم سفر

۱۸ اکتوبر ۱۹۸۰ء خطیب العصر علامہ سید عبدالمجید ندیم بہاولپور تشریف لائے۔ وہ اسلامی انقلاب کے نقیب مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر بے حد رنجیدہ بلکہ نڈھال تھے۔ سید ندیم صاحب حضرت مفتی صاحب مرحوم کے انتہائی سچے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ پچھلے دس بارہ سالہ رفاقت کے دوران میں ان کا تعلق غیر متزلزل رہا۔ شاہ صاحب پر حضرت مفتی صاحب مرحوم بھی بے حد شفیق تھے۔ بالخصوص زندگی کے آخری مراحل میں تو ندیم صاحب کو قابل رشک قرب کی سعادت حاصل رہی۔ ہم نے مفتی صاحب مرحوم کے متعلق ندیم شاہ صاحب سے سوالات کئے۔ انہوں نے اپنے جوابات میں جو کچھ کہا وہ ہم نے قلمبند کیا ہے:

"عبدالوحید"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

شاہ صاحب نے انتہائی رقت آمیز انداز میں کہا۔

مفکر اسلام حضرت مفتی محمودؒ ہم سے بچھڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مفتی صاحبؒ جیسی شخصیتیں صدیوں بعد پیدا ہوا کرتی ہیں۔ ان کی زندگی قوموں کی زندگی اور ان کی موت بھی قوموں ہی کا المیہ ہوا کرتی ہے۔ آج ہر مکتب فکر اور ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والا مسلمان مفتی محمودؒ کی موت پر افسردہ اور اندوہ گین ہے۔ اس لئے کہ وہ ملکی اور بین الاقوامی مسائل کے ضمن میں ہمہ گیر سوچ رکھتے تھے۔ ان کا دل ہر پاکستانی کے لئے ہمدردی کے جذبات سے لبریز تھا۔ وہ گروہی عصبیت اور خود پسندانہ تنگ نظری کے خلاف تھے۔

ان کی پرکشش اور جامع شخصیت نے ان کے حاسدین کے ضمیر سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔ وہ ایک بااصول اخلاص کیش اور محب وطن لیڈر تھے۔ انہوں نے علماء کا وقار بلند کر کے فرنگی دور کی غلامی کے نقوش کو عوام کے دل و دماغ سے مٹانے کی کوشش کی اور دینی قیادت کا قابل تقلید نمونہ پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ علماء منبر و محراب سے حکومت و قیادت کے بھی بجا طور پر اہل ہیں۔ ان کی زندگی ہر زاویہ نظر سے بے داغ تھی۔ ایک غریب مگر شریف گھرانے کے فرد کی حیثیت سے انہوں نے ہمیشہ سادگی و وقار کو اپنائے رکھا۔ مسند تدریس سے درجنوں جماعتوں کی قیادت اور پھر مسند وزارت تک ان کے فقر و درویشی میں کوئی فرق نہیں آنے پایا۔ وہ اپنے اسلاف کی سچی تصویر تھے۔ ان میں شیخ الہندؒ کا سا جذبہ و ایثار و استقامت سید مدنیؒ کی نظر، اسماعیل شہیدؒ کا سا ذوق حق پرستی پنہاں تھا۔ وہ جب کبھی درس قرآن دیتے تھے تو عبیداللہ سندھیؒ لگتے۔ جب دارالحدیث میں بخاری و مسلم پڑھاتے تو انور شاہ کاشمیریؒ محسوس ہوتے اور جب خطاب کے دوران باطل قوتوں کو للکارتے تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ وہ بیک وقت ایک مثالی عالم دین، بہت بڑے فقیہ، عالی ظرف اور بے باک و جرأتمند قائد تھے

ع وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

سوال: شاہ صاحب! آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے ابتدائی حالات پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔

جواب: مفتی صاحبؒ کا تعلق ایک بہادر

اور سرزمین قبیلہ ناصر سے ہے جو افغانی قومیت رکھتا ہے۔ مفتی صاحبؒ کے والد خلیفہ محمد صدیق مرحوم افغانستان سے ترک وطن کرکے پنیالہ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان آکر آباد ہوئے۔ یہیں ۱۳۳۷ھ ۶ ربیع الثانی مطابق ۱۹۱۹ء وہ بچہ پیدا ہوا جس نے آگے چل کر آسمانِ عظمت کا ستارہ بننا تھا اور جس کے مقدر میں قسّام ازل نے تاریخ ساز کردار لکھنے تھے۔ مفتی صاحبؒ نے پنیالہ ہی کے سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور میٹرک کرنے کے بعد دینی علوم کی تحصیل میں مگن ہو گئے۔ نظم، نحو اور منطق کی کتب گھر پر پڑھ لیں۔ ازاں بعد آپ مراد آباد، دہلی اور دیوبند جیسے عظیم علمی مراکز سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد خاص مولانا فخر الدین اور شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ شامل ہیں۔ ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور اپنے آبائی گاؤں میں تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ میانوالی کے قریب عیسیٰ خیل کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں حضرت مفتی صاحب تین چار سال تک مدرس رہے۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم و مغفور کی نگاہِ مردم شناس نے اس جوہر یکتا کو مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے لئے چن لیا۔ اور ۱۹۵۰ء سے مفتی محمودؒ نے قاسم العلوم ملتان میں اپنی یادگار زندگی کا آغاز کیا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد حسنِ اخلاق، تبحر علمی، شخصی وجاہت اور ان گنت خداداد صلاحیتوں نے آپ کو علماء و طلباء کے حلقوں میں بے حد مقبول و ہردلعزیز بنادیا۔ آپ قاسم العلوم میں صدر مدرس ہوئے۔ پھر شیخ الحدیث اور صدر مفتی رہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع مرحوم کے بعد آپ ادارہ مذکور کے مہتمم ہوئے اور تادم آخر اس منصب پر فائز رہے۔ آپ نے جہاں ملکی سیاست میں قابل فراموش کردار ادا کیا، وہاں قاسم العلوم ملتان نے بھی حضرت مفتی صاحب کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور مثالی ترقی کی۔ جہاں آپ کے ہاتھوں سے کم و بیش پچیس ہزار فتاویٰ لکھے گئے وہاں روحانی طور پر آپ چاروں سلسلوں میں خلیفۂ مجاز تھے۔ اس سے آپ اس عظیم انسان کی بے نفسی اور زہد و تقویٰ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

قائدانہ زندگی پر ایک نظر

۱۹۵۳ء میں جب تحریک تحفظ ختم نبوت شباب پر تھی، حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ گرفتار ہو کر ایک سال قید و بند میں گزارا۔ ملتان جیل میں آپ نے احباب و رفقاء سمیت جو لمحات گزارے وہ یادگار ہیں۔

۱۹۵۶ء کے دستور میں بظاہر تو یہ دعویٰ کیا گیا کہ "پاکستان اسلامی مملکت ہے" اور قرارداد مقاصد کو رہنما اصول تسلیم کیا گیا ہے۔ حالانکہ قرارداد مقاصد کو دستور کا جزو نہیں بنایا گیا تھا۔ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کی صدارت میں جید علماء کا اجلاس ملتان میں ہوا جس میں مذکورہ دستور میں خلافِ اسلام دفعات کی ترمیم و اصلاح کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی گئی اس میں حضرت مفتی صاحب مرحوم رکن تھے۔ انہوں نے کمیٹی کی ترمیمات و تنقیدات کو تحریر فرمایا۔ ۲۶ صفحات پر مشتمل جو دیباچہ لکھا اس میں دستور سازی کے پس منظر کو جس انداز میں آپ نے پیش کیا اس سے ان کی پختگی فکر اور بلاغت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔

دینی مدارس کی فلاح و بہبود اور تنظیم کے لئے بھی مفتی صاحب مرحوم کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

۱۹۵۸ء میں "وفاق المدارس" کا وجود عمل میں لایا گیا جس میں ملک بھر کی معیاری درسگاہیں منظم ہو گئیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اس کے صدر اور مفتی محمودؒ ناظم عمومی منتخب ہوئے۔ پھر حضرت بنوریؒ کی وفات کے بعد تادمِ زیست حضرت مفتی صاحب وفاق کے صدر رہے۔ ۱۹۶۲ء اپریل میں صدر ایوب خان نے بنیادی جمہوریتوں کے ذریعہ انتخاب کرائے۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے آبائی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان سے اس میں حصہ لیا اور منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچے۔ اسمبلی میں حلف برداری کے وقت تنہا یہی ایک ممبر تھا جنہوں نے حلف نامہ کے اس فقرے پر کہ "دستور کو قائم رکھوں گا" یہ ترمیمی اضافہ از خود کر دیا۔ دستور کے عطا کردہ اختیارات کو بروئے کار لا کر اس میں قرآن و سنت اور جمہوری نظام کے خلاف جو کچھ ہوگا اس کی اصلاح و ترمیم کی کوشش کروں گا۔ اس اسمبلی میں مفتی صاحب نے حزب اختلاف کا کردار ادا کیا اور آزاد خارجہ پالیسی، بجٹ، بالخصوص عائلی قوانین کے نفاذ پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے اسے اسلامی آئیڈیالوجی کے منافی ثابت کیا اور مفتی صاحب کے دلائل و براہین نے حکومتی موقف کو شکستِ فاش دے دی۔

۱۹۶۴ء میں آپ نے جامعہ ازہر مصر کے ہزار سالہ اجلاس میں شرکت کر کے عالم اسلام کو درپیش مسائل پر نہایت بلیغ خطبہ دیا۔ اسی طرح مجمع البحوث الاسلامیہ مصر کے دوسرے اجلاس میں بھی اسلام اور پاکستان کی نمائندگی کا حق ادا کیا، بالخصوص مسئلہ کشمیر کو مدلل و مؤثر انداز میں پیش کر کے عرب مسلمانوں کو کشمیری مسلمانوں کے حق خود اختیاری پر قائل کیا۔

۱۹۶۸ء میں آپ نے ایوب خان مرحوم کی بعض آمرانہ اور خلاف اسلام پالیسیوں سے اختلاف کرتے ہوئے تحریک چلائی اور کامیابی حاصل کی۔

باقی انٹرویو اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

شہر شہر سے — ترتیب: قمر ہاشمی

مولانا مفتی محمودؒ کی موت ملک و ملت کے لئے عظیم المیہ ہے: مولانا عبدالشکور دین پوری

مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو زندہ رکھا جائے، مولانا رشید احمد لدھیانوی

مولانا مفتی محمود علیہ الرحمۃ نے علماء کرام کے وقار کو بلند فرمایا: مولانا قاری حماد اللہ شفیق

مولانا مفتی محمودؒ کی وفات سے علماء طلباء یتیم ہو گئے: مولانا احسان اللہ فاروقی

رپورٹ: عبدالصبور خاں

گذشتہ روز مکی مسجد رحیم یار خاں میں قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں عظیم الشان تعزیتی جلسہ عام مولانا شفیق الرحمٰن صاحب درخواستی قائم مقام امیر نظام العلماء ضلع رحیم یار خاں کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں سنی مجلس عمل پاکستان کے سینئر نائب صدر، مولانا عبدالشکور دین پوری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج اس مرکزی مسجد میں عوام کے چہروں پر افسردگی نظر آتی ہے۔ کارکن غمگین معلوم ہوتے ہیں۔ احباب کی غمگینی بجا طور پر ہونی چاہیئے جبکہ قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ تو مرحوم ہو گئے لیکن ہم محروم ہو گئے۔ مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اسلامی نظام کے نفاذ کا قیام تھا۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ان پر قاتلانہ حملے بھی ہوئے، لیکن اپنے مقصد میں پہاڑ کی طرح مضبوط تھے۔ ذرہ برابر بھی نہیں گھبرائے بلکہ اس عظیم مشن کو نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ پاکستان کے ایک اسٹیشن پر ان پر بم بھی گرائے گئے۔ لیاقت باغ راولپنڈی کے جلسہ عام میں گولیاں برسائی گئیں۔ اسٹیج پر گولیوں کی بوچھاڑ تھی لیکن یہ مرد قلندر میدان میں خدا وند قدوس کو یاد کر کے اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ موت ایسی چیز ہے کہ وقت مقررہ پر آتی ہے۔ حضرت مفتی محمودؒ نے سکندری میں فقیری دکھلائی اور وزارت کے دوران عہد فاروقی کی جھلک دکھا دی۔

جلسہ سے نظام العلماء کے جنرل سکرٹری مولانا رشید احمد لدھیانوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم سے مفتی محمودؒ جدا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے لیکن ان کی حیات کا لائحہ عمل ہمارے سامنے ہے۔ آج ہم عہد کرتے ہیں کہ زندگی کے آخری لمحہ تک ہم مفتی محمودؒ کے مشن کو زندہ رکھیں گے۔ انہوں نے کہا کہ آج حکومت کی طرف سے حضرت قائد مولانا مفتی محمودؒ کے سلسلہ میں تعزیتی بیانات اور ان کی تعریف و توصیف میں بیانات آ رہے ہیں۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے، لیکن مفتی محمودؒ کی روح تب خوش ہو گی کہ موجودہ حکومت مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کو عملی جامہ پہنائیں۔

نظام العلماء کے قائم مقام جنرل سکرٹری مولانا قاری حماد اللہ شفیق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مفتی صاحبؒ علماء کرام کے سروں کے تاج تھے۔ انہوں نے علماء کے وقار کو چار چاند لگا دیے۔ اپنی زندگی میں آمروں، ظالموں، سرمایہ داروں کے خلاف تحریک چلائی اور ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ایک جاگیردار کو شکست دے کر ثابت کر دیا کہ علماء بھی سیاست کو سنبھال سکتے ہیں۔

علماء کونسل کے سیکرٹری مولانا احسان اللہ فاروقی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا حضرت مفتی محمودؒ کی موت نے علماء اور طلبہ کو یتیم کر دیا ہے۔ ان کا عظیم مشن جو کہ اسلامی نظام کا نفاذ اور شاہ ولی اللہؒ کی تحریک اسلام کا اقتصادی نظام کے لئے تھا، جدوجہد جاری رکھی جائے گی۔

صادق آباد سے مولوی ممتاز احمد فاروقی اور نظام العلماء صادق آباد کے نائب امیر جناب حافظ منور حسین صاحب ضیاء نے بھی اپنے قائد کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ آخر اجلاس میں فاتحہ اور قل شریف پڑھ کر حضرت مفتی صاحبؒ کو ایصال ثواب کیا گیا اور اجلاس دعا پر

اختتام پذیر ہوا ۔ ادھر بستی نوتے والی مدرسہ تعلیم القرآن میں حافظ غلام محمد صاحب کی زیر صدارت ایک تعزیتی جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مولانا محمد شریف صاحب مبلغ تنظیم اہلسنت والجماعت پاکستان مولانا سید عبدالرزاق شاہ صاحب ، مولانا قاری حماد اللہ صاحب شفیق ، مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری نے اپنے قائد کو خراج عقیدت پیش کیا

جامعہ قادریہ میں مولانا صاحبزادہ احمد سعید صاحب نقشبندی کی صدارت میں جلسہ عام ہوا ۔ جس میں مختلف مکتب فکر کے حضرات جناب پروفیسر رشید احمد رنگوی ، مولانا علامہ رشید احمد لدھیانوی جناب پروفیسر میاں محمد نواز صاحب جناب ممتاز مصطفےٰ صاحب ایڈوکیٹ مولانا قاری حماد اللہ صاحب شفیق اور جناب حافظ محمد اکبر نے قائد تحریک نظام مصطفےٰ حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی حالات زندگی اور آمر مطلق کے مقابلہ میں حضرت مفتی رحمۃ اللہ کا حوصلہ اور ان کی خدمات کو سراہا ۔

مدرسہ مخزن العلوم عیدگاہ خان پور میں بھی حضرت امیر مرکزیہ نظام العلماء بقیۃ السلف حضرت شیخ درخواستی مدظلہٗ کی صدارت میں تعزیتی اجلاس ہوا جس میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی زندگی میں اسلامی خدمات کو سراہا گیا ۔ لیاقت پور میں مدرسہ قاسم العلوم میں مولانا بشیر احمد کی صدارت میں حضرت قائد مولانا مفتی محمودؒ کے لیئے دعا مغفرت اور پسماندگان کے لیئے صبر جمیل کی دعا کی گئی ۔

جہلم

مجلس تحفظ حقوق اہلسنت پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات حافظ محمد اکرم زاہد نے ایک بیان میں مفکر اسلام قائد تحریک نظام مصطفےٰ مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات کو عالم اسلام کے لیئے ایک عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اسکا صدیوں پُر ہونا مشکل ہے ۔ حافظ زاہد نے مولانا کے لیئے دعا مغفرت کی اور لاکھوں سوگواروں سے اظہار تعزیت کیا اور مفتی صاحب مرحوم کے مشن کو ہمیشہ زندہ رکھنے کا عہد کیا ۔

شکرگڑھ

کی مسجد چوک بخاری میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر گہرے اور دلی رنج وغم کا اظہار کیا گیا ۔ مفتی صاحب مرحوم کی دینی ، علمی اور ملی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ۔ موصوف نے برصغیر کی آزادی ، تحریک تحفظ ختم نبوت ، تحریک بحالی جمہوریت ، تحریک نظام مصطفےٰ میں جو نمایاں خدمات انجام دیں اور پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ کی حیثیت سے پاکستان کی خدمت کی وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیں گی اور عالم اسلام کے اتحاد وتعاون میں اہم کردار ادا کیا ۔ مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن میں قرآن مجید پڑھا گیا اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایصال ثواب کیا گیا ۔ شہر کی مختلف انجمنوں اور اداروں نے ان کی وفات کو ناقابل فراموش سانحہ قرار دیا ۔ انجمن فرقانیہ کے خطیب مولانا عبیداللہ ، مدرسہ نورالقرآن کے ناظم قاری عبدالکریم ، مدرسہ رحیمیہ کے مہتمم مولانا عبدالرحیم ، خان محمد لطیف خان ایڈوکیٹ ۔ محمد اکمل ایڈوکیٹ مولانا محمد یٰسین فاضل دیوبند ۔ مولانا محمد صدیق مولانا عبدالمجید ۔ مولانا عبدالجبار ۔ چودھری سلطان فاروق ۔ جمعیۃ طلبہ اسلام کے محمد افضل محمد اعظم تنظیم القاسم کے صدر شیخ عبدالجبار سیکرٹری شیخ محمد شاہد ۔ جمعیۃ تقویت الاسلام کے صدر شیخ محمد لطیف اللہ و دیگر اراکین شامل ہیں ۔

حافظ عبیداللہ
رکن نظام العلماء تحصیل شکرگڑھ

موت العالِم موت العالَم

مجلس تحفظ حقوق اہلسنت جلال پور پیروالہ کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر رشید احمد یزدانی منعقد ہوا ۔ اجلاس میں عبدالرحمٰن جامی النقشبندی ۔ حبیب الرحمٰن قادری ، مولوی محمد صادق صدیقی قاری محمد یعقوب نقشبندی نے ایک مشترکہ بیان میں ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا مفتی محمود صاحب کی اچانک وفات حسرت آیات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور دعا کی ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کے لواحقین خصوصاً مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ۔

غلام محمد آباد

انجمن تحفظ حقوق شہریان فیصل آباد کے زیر اہتمام گول جامع مسجد غلام محمد آباد میں ایک عظیم اجتماع زیر صدارت ڈاکٹر محمد حنیف عارف ہوا جس میں قائد تحریک نظام مصطفےٰ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ایصال ثواب کے لیئے قرآن خوانی کی گئی اور بعد میں محمد یوسف نارڈ اور سید رضی الحسن خاور نے مولانا مرحوم کو انتہائی رقت آمیز انداز میں ان کی دینی اور سیاسی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ۔ اللہ تعالےٰ اس مرد درویش کو مقام محمود عطا فرمائے ، لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ سیکرٹری اطلاعات

انجمن تحفظ حقوق شہریان
فیصل آباد

اجلاس تعزیت

اسلامی دنیا کے ممتاز عالم دین اور مفکر عظیم مولانا مفتی محمود قدس سرہ العزیز کی وفات حسرت آیات کی خبر سنتے ہی آج دینی مدرسہ جامعہ مدنیہ اٹک شہر اور اس کے

سائٹھ ملحقہ دینی مدارس کے طلبہ اور علماء اور معززین شہر کا ایک عظیم تعزیتی اجتماع جامعہ مدنیہ میں ہوا جس میں قرآن خوانی کے بعد مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مہتمم جامعہ مدنیہ نے مرحوم کی علمی اور عملی اور روحانی برکات کا ذکر فرماتے ہوئے مرحوم کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی مغفرت اور ارتفع درجات کی دعا فرمائی اور مرحوم کے پسماندگان سے اظہار تعزیت فرمایا۔

قاضی محمد ارشد الحسینی
نائب مہتمم

اظہارِ تعزیت

کراچی (پ ر) مجلس عمل ختم نبوت کراچی شہر کے رہنما امیرزادہ خان سواتی نے نامور عالم دین، بزرگ سیاستدان اور نظام العلماء پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا مفتی محمودؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مفتی صاحبؒ کی وفات سے پوری قوم یتیم ہوگئی ہے اور آج قوم کا بچہ بچہ سوگوار ہے۔ مفتی صاحب مرحوم کی وفات سے جو خلاء واقع ہوا ہے اس کا پُر ہونا نہایت مشکل ہے۔ اللہ پاک پوری قوم کو مفتی صاحبؒ کے مشن کو کامیاب بنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

تعزیتی اجلاس

کراچی (پ ر) تحریک خدام اہلسنت پاکستان حلقہ واٹر پمپ کراچی کا ایک تعزیتی اجلاس بیاد مفتی محمودؒ گذشتہ روز امیرزادہ خان سواتی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں صدر اجلاس نے مولانا مفتی محمودؒ کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحبؒ کا دس ماہی دورِ اقتدار سنہری حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے جس میں مکمل طور پر حضرت نے اسلامی نظام کو نافذ کیا اور حکمرانوں کے لئے نفاذ اسلام کی داغ بیل ڈالدی۔ مفتی صاحبؒ کی وفات سے پورا ملک سوگوار ہے اور ملک کی دینی اور سیاسی محفلیں سونی اور ویران ہوگئی ہیں۔ اجلاس میں محمد نصیر اور نثار معاویہ نے بھی خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی بلندیٔ درجات کی دعائیں کی گئیں۔

تعزیتی اجلاس

تحفظ حقوق سواد اعظم اہلسنت والجماعت لوئر پھیل کا تعزیتی اجلاس حضرت الامیر مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی نے جامع مسجد شیرپور میں طلب کیا۔ علاقہ بھر کے علماء کرام کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ اجلاس کی کاروائی سے قبل قائد جمعیۃ مفکر اسلام عظیم مذہبی وسیاسی رہنما حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی ہوئی۔ ختم قرآن کے بعد اجلاس کی کاروائی مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ کی صدارت میں شروع ہوئی۔ قاری محمد شاہ صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت سے اجلاس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد محمد عبدالصبور سکھر گاہی نے گذشتہ اجلاس کی کارروائی سنائی۔ اجلاس سے جناب عبدالرشید صاحب مجاہد۔ مولانا غلام جیلانی۔ مولانا اسرار الحق۔ مولانا عبداللطیف صاحب کے علاوہ مولانا محمد عمر صاحب ثاقب اور محمد عبدالصبور سکھر گاہی نے خطاب کیا۔ مقررین نے مفتی اعظمؒ کی زندگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس موقعہ پر تنظیم کے امیر مولانا محمد یوسف صاحب فاضل دیوبند نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے اکابر علماء دیوبند کی زندگی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا قاری محمد طیب مدظلہ کے دور کا ایک چشم دید واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ القرآن کے بعد مفتی اعظمؒ بھی ہم سے رخصت ہوگئے۔ حدیث پاک کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت الامیر نے فرمایا کہ علم اٹھ جانے سے علماء کرام کا اٹھ جانا مراد ہے۔ مفتی اعظمؒ کی وفات سے ہم مذہبی اور سیاسی لحاظ سے یتیم ہوگئے ہیں۔ تاہم اجلاس میں شریک علماء کرام نے اس عزم کا اظہار کیا کہ مفتی اعظمؒ جس مشن کو لے کر اٹھے تھے اس مشن کی کامیابی کے لئے ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے

عظیم خدمات

جمعیۃ اتحاد علماء اسلام پاکستان کے مرکزی صدر علامہ سید مصعب ایاز اعوان نے ممتاز سیاسی رہنما اور جید عالم دین حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی اچانک وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قوم ختم نبوت کے محافظ، تحریک نظام مصطفےٰ کے قائد اعظم اور بحالی جمہوریت کی طویل جدوجہد کے عظیم رہنما سے محروم ہوگئی ہے۔ قائد اتحاد العلماء علامہ سید مصعب ایاز اعوان نے مولانا مفتی محمودؒ کی اہلیہ اور صاحبزادے کے نام ایک تعزیتی پیغام میں کہا کہ مولانا نے پاکستان اور پاکستان کے عوام کے لئے جو عظیم خدمات سرانجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ مولانا کی ملک وملت کے لئے خدمات اور جدوجہد تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔ علامہ موصوف نے مولانا مفتی محمودؒ کی دینی، سیاسی اور عملی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ہمیشہ ملک کی سالمیت، اسلامی نظام کے نفاذ اور جمہوریت کی بقا کے لئے لڑتے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ مولانا مفتی محمودؒ نے تحریک ختم نبوت، تحریک بحالی جمہوریت اور تحریک نظام مصطفےٰ میں تمام قوم کی قیادت کے فرائض جس خوش اسلوبی، دور اندیشی اور چابک دستی سے سرانجام دیئے وہ ان کی سیاسی زندگی کا ایک درخشندہ باب ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا مفتی محمودؒ

کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پُر نہیں ہو گا۔

آخر میں علامہ صاحب نے دعا کی اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں ۔۔۔۔ جگہ عطا فرمائے اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

نوشہرہ

انجمن خدام الدین رجسٹرڈ کے ناظم اعلیٰ مولانا احمد عبدالرحمٰن صدیقی مہتمم مدرسہ انوار القرآن نوشہرہ چھاؤنی نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مفکر اسلام حضرت علامہ مفتی محمود رح نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام کے عظیم رہنما تھے جن کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی۔ انہوں نے جس انداز سے پاکستانی علماء اور مدارس دینیہ کی اہمیت اہل وطن سے منوائی وہ ان کی خداداد بصیرت و صلاحیت اور عبقری شخصیت کی آئینہ دار ہے۔ مولانا صدیقی نے ان کی نمناک موت کو پاکستانی علماء اور ملت مسلمہ کے لئے قطب العالم شیخ التفسیر حضرت لاہوری قدس سرہ کی وفات کے بعد سب سے بڑا سانحہ قرار دیا ہے۔ اس طرح انجمن کے سیکرٹری قاری ریاض محمد اور امین انجمن عبداللہ جان صاحب و تمام اراکین شوریٰ انجمن خدام الدین نے حضرت مفتی صاحب رح کو عظیم خراج تحسین پیش کیا ہے اور دعائے مغفرت کی ہے۔

شکرگڑھ

مرکزی نظام العلماء پاکستان کے ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث اور ممتاز عالم دین اور مایہ ناز سیاستدان حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رح کی وفات ملت اسلامیہ کے لئے ایک ناقابل فراموش سانحہ ہے جسکو دیر تک محسوس کیا جائے گا۔

اللہ رب العزت حضرت مفتی صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین

اور جماعت میں انکا نعم البدل عطا فرمائے۔ مفتی صاحب رح نے اسلامی شریعت کے نفاذ میں جس لگن اور تڑپ سے کام کیا ہے اس مشن کو جاری رکھنے کی توفیق بخشے آمین۔

اراکین جمعیۃ تقویت الاسلام شکرگڑھ

رستم (ضلع شکارپور)

گذشتہ دنوں مدرسہ محمدیہ تعلیم القرآن میں مولانا مفتی محمود رح کی رحلت پر تعزیتی پروگرام رکھا گیا جس میں مولانا محمد یعقوب مہر صاحب، امیر نظام العلماء تعلقہ لکھی مولانا عبدالحق کلھوڑہ صاحب نائب امیر نظام العلماء تعلقہ لکھی، قاطع شرک و البدعت شیخ القرآن مولانا دھنی بخش مہر صاحب، فاضل نوجوان مولانا عبدالفتاح مہر صاحب، مولانا عبدالمجید مہر صاحب، مولوی محمد علی صاحب مولوی نذیر احمد صاحب اور قاری عبدالغفور صاحب اور نعت خوان جناب عبدالغنی جناب شفیع محمد مہر صاحب اور مولانا دین محمد قریشی صاحب نے تقاریر کیں جس میں مولانا مفتی محمود رح کی دینی خدمات کو بہت سراہا گیا اور ان کی روح کو ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

حیدرآباد

مفکر اسلام مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمود رح کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے سندھ کی مشہور دینی درسگاہ مفتاح العلوم میں ۸ ذی الحجہ کو ایک عظیم الشان تعزیتی جلسہ ہوا۔ نظام العلماء حیدرآباد کے صدر مولانا عبدالمتین نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مفتی صاحب رح برصغیر کے مسلمانوں کو خصوصاً اور عالم اسلام کو عموماً سوگوار چھوڑ گئے اور ان کی رحلت کے بعد ہم اپنے آپ کو یتیم محسوس کرتے ہیں، لیکن اس صدمہ عظیم کو برداشت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب رح کے نقش قدم پر چلیں گے۔

مولانا حافظ محمد طاہر نے اس عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا مفتی محمود رح کی ذات ایک تحریک بلکہ ایک جماعت تھی۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھا۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب نے دعائے مغفرت کی۔ اس تعزیتی اجلاس میں بہت بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ حیدرآباد کی مشہور شخصیت اور حیدرآباد میں حضرت مفتی صاحب رح کے میزبان جناب شبیر احمد بھی اس تعزیتی اجلاس میں شریک تھے

قرآن خوانی

گذشتہ روز دارالعلوم جامعہ ربانیہ بڑا میدان ناظم آباد میں دارالعلوم کے طلبہ کی طرف سے ایک تعزیتی اجلاس ہوا۔ اجلاس کی صدارت جناب سلطان عمر صاحب نے کی مفتی صاحب کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا گیا نیز مفتی صاحب رح کی وفات کو عالم اسلام کے لئے بالعموم اور پاکستان کے عوام کے لئے بالخصوص ایک نقصان عظیم قرار دیا گیا۔ اور مندرجہ ذیل قرارداد پاس کی گئی

مولانا مفتی محمود رح کی موت ایک محدث اعظم مفکر ملت اور بلند پایہ و بلند مقام عالم دین اور عظیم سیاستدان کی موت ہے۔ ان کی وفات کے بعد پیدا ہونے والا خلاء بمشکل ہی پُر ہو سکے گا۔

اللہ پاک مفتی صاحب رح کے درجات کو بلند کرے۔ مفتی صاحب رح کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی بھی کی گئی۔

ترجمان میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ (ادارہ)

طلباء کی ڈائری

محمد ادریس

جس شخص کے مشن کے وارث ایسے نوجوان ہوں وہ شخص کبھی نہیں مر سکتا

جمعیۃ طلبہ اسلام کے زیر اہتمام تعزیتی جلسے سے مولانا عبید اللہ انور کا خطاب

مفکر اسلام مولانا [illegible] کی رحلت پر جمعیۃ طلبہ اسلام کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ [illegible] میں منعقد ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مولانا مفتی محمودؒ ایک عظیم راہنما تھے۔ وہ ہمارے اکابر کی یادگار تھے۔ انہوں نے پاکستان میں علماء کے وقار کو چار چاند لگائے اور [illegible] ملت کی قیادت کی اور یہ اس وقت جب لوگوں کے لیے "مولوی" کا لفظ گالی بن چکا تھا۔ آخر میں مولانا عبید اللہ انور نے جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے کارکنوں کے جذبے اور جوش کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ:

جس شخص کے مشن
کے وارث ایسے نوجوان
ہوں وہ شخص کبھی
نہیں مر سکتا۔

اے قائد تیرا مشن زندہ رہے گا۔

جلسے سے خطاب کرتے ہوئے جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی [illegible] راہنما قائد طلبہ جناب ندیم اقبال اعوان نے کہا ٹھیک ہے کہ آج مولانا مفتی محمودؒ ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کا مشن تو ہمیشہ زندہ رہے گا اور آج ہم عہد کرتے ہیں کہ قائد کے مشن کی تکمیل کے لیے ہم اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

نوجوان رہنما اور نظام العلماء پنجاب کے ناظم میاں محمد عارف ایڈووکیٹ نے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ کو زبردست خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مفتی صاحب سے اپنی دیرینہ یادوں کا تذکرہ کیا۔ عارف صاحب صد سالہ جشن دار العلوم دیوبند کے موقع پر مفتی صاحبؒ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے بتایا کہ مفتی صاحبؒ جب دیوبند سے رخصت ہونے لگے تو دیوبند سے کچھ دور چل کر ٹھہر گئے اور رفقاء سے فرمایا کہ میں ۳۵ سال بعد اپنے [illegible] مادر علمی میں آیا ہوں۔ نہ جانے پھر [illegible] ہم بھی اپنی زندگی میں یہاں نہ آ سکیں [illegible]۔ آخری بار اسے جی بھر کر دیکھ لو [illegible]۔ مفتی صاحب دار العلوم دیوبند کی عمارات کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے اور چند منٹ بعد فرمایا کہ اب چلیں۔

عارف میاں نے مفتی صاحب کے دوران وزارت اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب جب وزیر اعلیٰ تھے تو اس وقت بھی میں نے ان کو عام آدمی کا لباس پہنے دیکھا اور عام آدمی کا کھانا کھاتے دیکھا۔

عالم عالم تیرا ماتم

عالم اسلام کے عظیم قائد مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کی اچانک وفات پر ایک عالم سوگوار ہے۔ جگہ جگہ سے تعزیتی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ تعزیتی جلسے ہو رہے ہیں۔ جمعیۃ طلبہ اسلام نے حضرت مفتی صاحب کی وفات پر تعزیتی جلسے منعقد کرنے کی ہدایات جاری کی تھیں۔ اس سلسلے میں ان کی مختصر رپورٹ تحریر کی جاتی ہے اور ساتھیوں کے [illegible] کے تاثرات لکھے جاتے ہیں۔

سکھر: سبزی مارکیٹ مسجد سکھر میں قائد تحریک نظام مصطفیٰ مفکر اسلام مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی یاد میں جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان سکھر کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس موقع پر مولانا عبد الواحد چاچڑ نے مرحوم دینی، سماجی، سیاسی اور ملی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ مفتی محمودؒ اس شاندار قافلے کے سالار اعلیٰ تھے جنہوں نے ہر دور میں باطل قوتوں سے فیصلہ کن ٹکر لی۔ وہ صبر و استقامت کے پہاڑ تھے۔ انہوں نے زندگی بھر کبھی اصولوں پر سودے بازی نہیں کی۔ حافظ محی الدین چاچڑ نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مفتی محمودؒ ہی کی شخصیت تھی جس نے اسلامی نظام کے لئے پوری قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ جمعیۃ طلبہ اسلام کے دیگر راہنماؤں نے بھی جلسہ سے خطاب کیا اور قائد کے مشن کی تکمیل کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کا عہد لیا۔

لاہور: جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان صوبہ پنجاب کے ایک

اجلاس میں مولانا مفتی محمودؒ کی رحلت کو عظیم سانحہ قرار دیا گیا اور مرحوم کے لیے فاتحہ خوانی کے بعد دعائے مغفرت کی گئی اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔

سنگرکڑھ :-

کی مسجد چوک بخاری میں جمعیۃ طلبہ اسلام کے زیر اہتمام ایک اجلاس ہوا جس میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور موصوف کی ملی۔ دینی۔ سیاسی اور سماجی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ مفتی صاحبؒ کی روح کو ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔ جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع سیالکوٹ کے چیئرمین محمد اعظم خان، مقامی کنوینر رشید احمد اور صوبائی راہنما محمد افضل اور مولانا عبدالرحیم نے حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات کو ناقابلِ فراموش سانحہ قرار دیا۔

کراچی

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان حلقہ محمود آباد کراچی کے نائب صدر محمد اشرف اقبال۔ اکرام الدین اور علی حسن ساجد نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی رحلت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور ان کی روح کو ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی بھی کی گئی۔

لاڑکانہ

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی مرکزی تنظیمی کمیٹی کے رکن جناب ڈاکٹر نذیر احمد پنھوار نے حضرت مفتی صاحب کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور مرحوم کی وفات کو ملک و ملت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا۔

جھاوریاں

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان جھاوریاں کے زیر اہتمام مولانا مفتی محمود کی یاد میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں مقررین نے مفتی صاحبؒ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور آخر میں دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

خیرپور :-

جمعیۃ طلبہ اسلام سکھر ڈویژن کے کارکنوں کا ایک عظیم اجتماع خیرپور میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا سید محمد شاہ امروٹی مولانا عبدالقادر پنھوار، مولانا سید محمد انجراہ۔ مولانا عبدالغنی شیخ۔ استاد ابو محمد۔ پروفیسر بشیر احمد ارشد نوناری نور احمد سندھی، نذیر احمد پنھوار، محمد اسلم وسیر، خالد محمود سومرو، سید اصغر علی گیلانی عبدالمجید باجکانی، عطاء اللہ پٹھان، اختر میر غلام قادر بروہی نے مفتی صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ شرکاء نے عالم اسلام اور پاکستان کیلئے مرحوم کی دینی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ مولانا مرحوم نے اپنے عمل کے ذریعے دین و سیاست کا حسین امتزاج واضح کیا اور برصغیر میں علماء کی جدوجہد میں نئی روح پھونکی۔

لاہور : جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع لاہور کے رہنماؤں محمود اشرف اورنگ اعوان، اختر ندیم غلام صدیق فاروقی، قاری بشیر احمد، محمد سعید اور محمد عباس نے اپنے ایک بیان میں قائد مرحوم کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ شخص جس کا مشن زندہ رہے اس شخص کو کبھی موت نہیں آسکتی۔

معاونت سازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی مرکزی تنظیمی کمیٹی کے رکن ڈاکٹر نذیر احمد پنھوار نے اپنے بیان میں جمعیۃ طلبہ اسلام کے کارکنوں سے اپیل کی ہے کہ وہ جمعیۃ کی حالیہ معاونت سازی کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور سب سے زیادہ نوجوانوں کو اپنا معاون بنائیں۔ معاونت سازی جماعت کی طاقت کا مظہر ہوتی ہے۔ انہوں نے اراکین پر زور دیا کہ شعبہ تربیت کا اہتمام کریں اور ارکان کو با مقصد، نظریاتی اور با صلاحیت بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں کیونکہ بغیر پروگرام اور تربیت کے ارکان کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

صوبہ سندھ میں جمعیۃ کے انتخابات کا شیڈول

خیرپور میں کئے گئے فیصلے کے مطابق مقامی انتخابات نومبر کے آخر تک مکمل کر لئے جائیں گے جبکہ ضلعی انتخابات ۱۵ تک مکمل ہوں گے۔ صوبائی انتخابات یکم جنوری کو حیدرآباد میں ہوں گے۔

جلسہ دستار بندی، مدرسہ سراج العلوم بیر شریف

علماء و مبلغین : مولانا عبدالکریم بیر شریف سرپرست جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ سندھ
مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی
مولانا فضل الرحمٰن ابن مولانا مفتی محمودؒ
تمام مسلمانوں سے شرکت کی اپیل ہے۔
عبدالغفور شاہ، سابق صدر جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان صوبہ سندھ